قرآنی حقائق بیان کرنے والا

تعلیمی، تربیتی اور تبلیغی مجلّہ

ربیع الاول ۱۳۹۰

مئی ۱۹۷۰ء

مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

عقائد الجماعة الاحمدية

يقول مؤسس الجماعة الاحمديه سيدنا حضرة احمد المسيح الموعود عليه السلام مانصه

”وإنى اعتقد من صميم قلبى ان للعالم صانعاً قديما واحداً قادراً كريماً مقتدراً على كل ماظهر و اختفى و اعتقد ان لله ملائكة مقربين لكل واحد منهم مقام معلوم . . . . . و نعتقد ان رسولنا خيرالرسل و افضل المرسلين وخاتم النبيين وافضل من كل من ياتى وخلا ـ هو سلكنى بنفسه المباركة و ربانى بيده الطاهرة المطهرة وأرانى عظمته و ملكوته و عرفنى باسراره العليا ـ ونعتقد ان كل آية من القرآن بحرمواج مملؤ من دقائق الهدى ـ و باطل مايعارضه و يخالف بيانه من قصص و علوم الدنيا و العقبى ـ

و نعتقدان الجنة حق و النار حق و حشر الاجساد حق [illegible] الانبياء حق و نعتقد ان النجاة فى الاسلام ولتباع نبينا سيدالورى و كل ما هو خلاف الأسلام نحن برئيون منها و نؤمن بكل ما جاء به رسولنا صلى الله عليه وسلم ـ “

(آئينه كمالات اسلام ص ۳۸٤ - ۳۸۸)

”لادين لنا الا دين الاسلام ـ ولا كتاب لنا الا الفرقان كتاب الله العلام ـ ولا نبى لنا الا محمد خاتم النبيين صلى الله عليه وسلم و بارك و جعل اعداءه من الملعونين ـ اشهدوا انا نتمسك بكتاب الله القرآن و نتبع اقوال رسول الله منبع الحق و العرفان و نقبل ما انعقد عليه الاجماع بذلك الزمان ـ لانزيد عليها ولا ننقص منها و عليها نحى وعليها نموت ـ و من زاد على هذه الشريعة مثقال ذرة او نقص منها او كفر بعقيدة اجماعية فعليه لعنة الله و الملائكة و الناس اجمعين هذا اعتقادى وهو مقصودى و مرادى “

(انجام آتهم ص ۱٤۳ - ۱٤٤)

”انى امرء من المسلمين أؤمن بالله و كتبه و رسله وخير خلقه خاتم النبيين “

(نورالحق حصه اول ص ۱۳۹)

”آمنت بالله و ملئكته و رسله و البعث بعد الموت و اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله فاتقوا الله ولا تقولوا لست مسلما و اتقوا الملك الذى اليه ترجعون “

(ازالة اوهام ص ۱)

”انا مسلمون نؤمن بكتاب الله الفرقان ـ و نؤمن بان سيدنا محمدا نبيه ورسوله و انه جاء بخير الاديان و نؤمن بانه خاتم الانبياء لا نبى بعده الا الذى ربى من فيضه و أظهره وعده “　(مواهب الرحمان ص ٦٦)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲۰ شمارہ ۵

ماہنامہ **الفرقان** ربوہ

مئی ۱۹۷۰ء

ربیع الاول ۱۳۹۰ ہجری قمری — ہجرت ۱۳۴۹ ہجری شمسی

الفہرست

تبلیغی و تعلیمی مجلہ
الفرقان ربوہ

قواعد و ضوابط

۱۔ تاریخ اشاعت شمسی مہینے کی ۱۵ تاریخ مقرر ہے۔

۲۔ رسالہ باقاعدہ پڑتال کے بعد ہر خریدار کو بھیجا جاتا ہے اگر مقررہ تاریخ سے دس دن کے اندر موصول نہ ہو تو اطلاع آنے پر دوبارہ ارسال کر دیا جاتا ہے اس کے بعد قیمتاً ملے گا۔

۳۔ پتہ تبدیل ہو جانے پر اطلاع دینا خریدار کی ذمہ داری ہے ورنہ دفتر جوابدہ نہ ہوگا۔

۴۔ چندہ ہمیشہ پیشگی آنا لازمی ہے۔ فیس منی آرڈر [illegible] کی جا سکتی [illegible]

شرح چندہ:-

پاکستان:- چھ روپے

بیرونی ممالک عام ڈاک سے دس روپے

" " ہوائی ڈاک سے بائیس روپے

(روپوں کے مساوی شلنگ بھی بھجوائے جا سکتے ہیں)

اداریہ

کسرِ صلیب ہو گئی

یہودیوں اور عیسائیوں کے باطل عقیدہ کی تردید میں محکم تاریخی شہادات

(۱)

یہودیوں نے ایک جھوٹا دعویٰ کیا کہ ہم نے مدعیٔ رسالت حضرت مسیح ناصریؑ کو صلیب پر قتل کر دیا ہے پس وہ ہماری الہامی کتابوں کے مطابق ملعون قرار پایا۔ وہ جھوٹا نبی اور مفتری ٹھہرا۔ اُن کے اِس دعویٰ کو قرآن مجید نے اِن الفاظ میں ذکر فرمایا۔ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ۔ اور پھر ان کے اس زعم کو باطل، بے ثبوت اور سراسر غلط قرار دیا۔ اسے یہودیوں کے ملعون ہونے کا موجب قرار دیا۔

عیسائیوں میں سے پہلی صدیوں کے کمزور اور بعض فتنہ پرداز لوگوں نے یہودیوں کے زعم کو قبول کر لیا اور یہ عقیدہ بنا لیا کہ:۔

(۱) "مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔"
(گلتیوں ۳/۱۳)

(۲) "تم نے بے شرع لوگوں کے ہاتھ سے اسے صلیب دلوا کر مار ڈالا"
(اعمال ۲/۲۳)

قرآن مجید کے نزول کے وقت یہودیوں کی طرح عیسائی بھی یہی اعتقاد رکھتے تھے کہ مسیح کو یہودیوں نے صلیب پر واقعی مار ڈالا تھا اور موت کی یہ قسم از روئے تورات لعنتی موت ہے اسلئے مسیح ملعون ہو گئے۔ اس عقیدہ کی عیسائی یہ "توجیہہ" کرتے تھے کہ مسیح ہمارے لئے لعنتی بنا اور اس نے ہمیں شریعت کی لعنت سے آزاد کرا دیا۔ قرآن پاک نے ہر دو قوموں کے اس عقیدہ کی دونوں شقوں کی تردید فرمائی۔ (۱) قرآن مجید نے فرمایا وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا کہ مسیح کے ملعون ٹھہرانے کے لئے یہودیوں اور عیسائیوں نے مسیح کی صلیبی موت کو بنیاد ٹھہرایا ہے اور یہ بات سرے سے غلط اور بے بنیاد ہے کہ مسیح صلیب پر مر گئے تھے۔ اس کا یہودیوں یا عیسائیوں کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے مسیح ہرگز صلیب پر نہیں مرے۔

(۲) اس بنیاد کے اُکھڑ جانے سے مسیح کے ملعون ٹھہرانے کا عقیدہ خود بخود باطل ہو جاتا ہے لیکن ہم تمہیں امرِ واقعی سے اطلاع دیتے ہیں بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کہ مسیح کا ملعون ہونا تو دُور کی بات ہے انہیں تو اللہ تعالےٰ نے اپنا مرفوع اور مقرب بندہ بنایا ہے۔ یہ واقعاتی شہادت بھی دلیل ہے کہ مسیح کی موت لعنتی نہ تھی۔

اس طرح سے قرآن مجید نے مسیح کی صلیبی موت کی تردید فرمائی اور ہر دو قوموں کو چیلنج کیا کہ ان کے پاس اپنے دعویٰ کے ثبوت میں قطعاً کوئی دلیل نہیں ہے۔ وہ محض وہم اور شبہ کا شکار ہو رہے ہیں۔

(۲)

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں یہ خبر دی گئی تھی کہ خیر القرون کے بعد مسلمانوں کی کمزوری اور انحطاط کے دَور میں عیسائیوں کا غلبہ ہو جائیگا اور آخری زمانہ میں یہی قوم دجّال کے روپ میں دنیا میں غلط عیسائی عقائد کفارہ وغیرہ کو رائج کرنے کی انتہائی کوشش کرے گی جن کی بنیاد مسیح کی صلیبی موت کے عقیدہ پر ہوگی۔ تب آسمانوں کا خدا اپنے وعدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کے مطابق مسیح محمدی کو برپا کریگا جس کا بڑا کام حدیث نبوی میں يَكْسِرُ الصَّلِيْبَ بیان ہوا ہے جس کے معنے علماء سلف نے يُبْطِلُ النَّصْرَانِيَّةَ کئے ہیں۔ یعنی مسیح موعود کو قرآنی ارشادات کی روشنی میں عیسائیت کا باطل ہونا پوری طرح ظاہر کر دے گا۔

چودھویں صدی ہجری کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعود بنا کر مبعوث فرمایا۔ اس وقت یہودی اور عیسائی تو اس بات پر مصر تھے کہ مسیح صلیب پر مر کر ملعون بن گئے تھے اور فیج اعوج کی تفسیروں سے متاثر ہو کر عوام مسلمان یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ مسیح صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے اسلئے ان کے صلیب پر مرنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا وہ تو جسم سمیت چوتھے آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور آج تک آسمانوں پر بغیر کھانے اور پینے کے ۳۳ سال کی جوانی کی حالت میں زندہ ہیں اور کسی نامعلوم زمانہ میں زمین پر اُتر کر دنیا کو ہدایت دیں گے۔ عوام مسلمانوں کے اس عقیدہ کی وجہ سے عیسائی پادریوں کو انہیں عیسائیت کے جال میں پھنسانا آسان تھا، چنانچہ ہزارہا مسلمان کہلانے والے ارتداد کا شکار ہو گئے۔

(۳)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے قرآنی آیات کے مطابق یہ اعلان فرمایا کہ حضرت مسیح زندہ نہیں بلکہ وہ طبعی موت سے دیگر ایک لاکھ تیئیس ہزار نو سو ننانوے انبیاء کی طرح وفات پا گئے ہیں اب اُن کے

دوبارہ جسمانی نزول کا خیال سراسر باطل ہے۔
عیسائیوں اور یہودیوں سے آپؑ نے کہا کہ
قرآن مجید کا چیلنج تمہارے سامنے ہے تم ثابت
کرو کہ مسیح صلیب پر مر گئے تھے۔ عیسائی پادری
حیران ہو گئے۔ آپؑ نے صرف ان سے مطالبہ کر کے
ہی انہیں عاجز نہیں کیا بلکہ مثبت دلائل سے عقلی
و نقلی براہین سے، انجیلی و تاریخی شہادات سے
یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچا دی کہ حضرت مسیح صلیب
پر ہرگز فوت نہ ہوئے تھے۔ آپؑ نے اشتہارات
کے ذریعہ اس بارے میں ایشیا، یورپ اور امریکہ
کے پادریوں کو پُرزور چیلنج کئے۔ متعدد کتابیں اس
موضوع پر لکھیں کہ مسیح صلیب سے زندہ اُترے تھے اور
پھر وہ مشرقی ممالک کے یہود کو پیغامِ حق پہنچانے
کے بعد سرینگر کشمیر میں فوت ہو کر محلہ خانیار میں
مدفون ہوئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مشہور
کتاب "مسیح ہندوستان میں" کے صفحہ ۱۲ پر مرہم
عیسیٰ مشہور دوا کے ذکر کے بعد تحریر فرمایا ہے:۔

"یہ خدا کا ارادہ تھا کہ وہ چمکتا
ہُوا تجربہ اور وہ حقیقت نما برہان
کہ جو صلیبی اعتقاد کا خاتمہ کرے
اس کی نسبت ابتداء سے یہی
مقدر تھا کہ مسیح موعود کے ذریعہ
سے دنیا میں ظاہر ہو کیونکہ خدا
کے پاک نبی نے یہ پیشگوئی کی
تھی کہ صلیبی مذہب نہ گھٹے گا اور
نہ اس کی ترقی میں فتور آئے گا
جب تک مسیح موعود دنیا میں ظاہر
نہ ہو۔ اور وہی ہے جو کسرِ صلیب
اس کے ہاتھ پر ہو گی۔ اس پیشگوئی
میں یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعود
کے وقت میں خدا کے ارادہ سے
ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے
جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ
کی اصل حقیقت کھل جائے گی
تب انجام ہو گا اور اس عقیدہ کی
عمر پوری ہو جائے گی لیکن نہ کسی
جنگ اور لڑائی سے بلکہ محض
آسمانی اسباب سے جو علمی اور
استدلالی رنگ میں دنیا میں
ظاہر ہوں گے۔"

(مسیح ہندوستان میں صفحہ ۱۲)

گویا آپؑ نے عیسائیوں کو آگاہ کر دیا کہ اب مسیح
کی صلیبی موت کا جھوٹا نظریہ دنیا میں قائم نہیں
رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی تغلیط کے لئے عجیب
در عجیب انکشافات اور ثبوت فراہم کرے گا۔
ان انکشافات میں سے جو خدا تعالیٰ خود
عیسائیوں کے ہاتھوں ظاہر فرما رہا ہے ایک
عجیب انکشاف اس کفن کے کپڑے کا ہے جس
میں صلیب سے اُتارے جانے کے بعد حضرت مسیح

کو لپیٹا گیا تھا۔ اس "مقدس کفن" کی حفاظت خود عیسائی کلیسیا کرتی آئی ہے اور آج جدید سائنسی ایجادات کے نتیجہ میں یہ کفن عیسائیت کے اس عقیدہ کے لئے قبر ثابت ہو رہا ہے کہ مسیح صلیب پر مر گئے تھے۔ اس کفن سے محققین کے نزدیک بالبداہت ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح صلیب سے زندہ اتارے گئے تھے صلیب پر ان کی موت ہرگز واقع نہیں ہوئی تھی۔ ابھی حال میں جملہ اخبارات میں لنڈن سے یہ خبر شائع ہوئی ہے جسے ہم روزنامہ نوائے وقت لاہور سے ذیل میں نقل کرتے ہیں:-

حضرت عیسٰی کو زندہ ہی دفن کر دیا گیا تھا

کفن پر خون کے دھبوں کے سائنسی معائنہ سے حیرت انگیز انکشاف

لنڈن ۱۱ر اپریل (ا۔ ذ۔ پ۔ا) ایک بین الاقوامی فاؤنڈیشن نے ویٹیکن کے اس عقیدہ سے اختلاف کیا ہے کہ حضرت عیسٰی صلیب پر وصال کر گئے تھے۔ مقدس کفن کے متعلق بین الاقوامی فاؤنڈیشن کے صدر کارل برن نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عیسٰی کو جس وقت دفن کیا گیا اس وقت بھی ان کا دل دھڑک رہا تھا۔ ۴۸ سالہ کارل برن نے کہا ہے ویٹیکن نے ایسی شہادت کو ڈاکٹروں کے سامنے پیش کیا تھا جس سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسٰی کو صلیب پر سے اتارنے کے بعد جب دفن کیا گیا اُس وقت وہ زندہ تھے۔ اس بحث کی بنیاد ۱۴ فٹ لمبا کپڑے کا وہ ٹکڑا ہے جس کے متعلق صدیوں سے یہی سمجھا گیا ہے کہ یہ کفن کا وہ ٹکڑا ہے جس میں حضرت عیسٰی کو لپیٹا گیا تھا۔ کپڑے کے اس ٹکڑے کو تورین کے بڑے گرجا گھر میں تالے میں رکھا گیا ہے اور رومن کیتھولک عقیدہ کے عیسائی اس کو حضرت عیسٰی کی چھوڑی ہوئی مقدس چیز سمجھتے ہیں۔ فاؤنڈیشن کا دعویٰ ہے کہ کفن پر خون کے دھبوں کے سائنسی معائنہ سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت عیسٰی کو جب اس کفن پر لپیٹا گیا تو اس کا دل بدستور دھڑک رہا تھا۔ کارل برن نے کہا ہے فاؤنڈیشن کے پاس جو ثبوت ہے وہ بالکل صحیح ہے اور سائنس کی مدد سے اس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ فاؤنڈیشن نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ ویٹیکن کے حکام نے اس خدشہ سے کفن کو آگ لگا دینے پر بھی غور کیا تھا کہ حضرت عیسٰی کے وصال کے متعلق حقائق کے ظاہر ہو جانے سے

---

[1] بیت المقدس میں وہ "قبر" جس میں حضرت مسیح کا جسم رکھا گیا تھا وہ ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جس میں کئی آدمی سما سکتے ہیں۔ مجھے خود بھی قیام فلسطین کے عرصہ (سنہ ۱۹۳۶-۳۱ء) میں اس میں داخل ہونے کا موقعہ ملا تھا۔ (ابو العطاء)

رومن کیتھولک عقیدہ کی بنیاد ہی ختم ہو جائے گی۔ فاؤنڈیشن ویٹیکن کے حکام کو کئی مرتبہ چیلنج کر چکی ہے کہ گزشتہ سال کے کفن کے تین روزہ سائنسی معائنہ کے نتائج شائع کئے جائیں۔ ویٹیکن کے ترجمان بھی نے کفن کی ایک رنگدار تصویر بھی شائع کی"

(روزنامہ ندائے ملت لاہور مورخہ ۲۲ر اپریل ۱۹۷۰ء صفحہ اول)

علاوہ ازیں نائیجیریا کے انگریزی روزنامہ ڈیلی سکیچ میں ایک مفید مضمون اس سلسلہ میں شائع ہوا ہے جس کا ترجمہ اسی اشاعت میں دوسری جگہ طبع ہو رہا ہے قارئین اسے بھی توجہ سے مطالعہ فرمائیں۔

(۵)

جب شروع شروع میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اعلان فرمایا تھا کہ:۔

(الف) "یہ امر یقینی ہے کہ حضرت عیسیٰ [illegible]ب پر فوت نہیں [illegible]" (کشف [illegible] صفحہ ۳۲)

(ب) "میں اس کو نہیں [illegible] کہ وہ صلیب [illegible] ہوں بلکہ میری تحقیق [illegible] ثابت ہوا [illegible] کہ وہ صلیب پر سے زندہ اُتر [illegible] (ملفوظات [illegible] صفحہ ۲۸۶)

(ج) "حضرت عیسیٰ [illegible] پر ہرگز نہیں [illegible]" (ضمیمہ براہین [illegible] حاشیہ صفحہ ۳[illegible])

(د) "یہ محض ایک [illegible] ہے کہ [illegible] اور عیسائیوں نے [illegible]ال کر لیا [illegible] حقیقت حضرت مسیح [illegible] کی جا[illegible]یب پر نکل گئی تھی بلکہ خدا نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جن کی وجہ سے وہ صلیبی موت سے بچ رہا"

(مسیح ہندوستان میں صفحہ ۵۱)

(ذ) "یہ بات بالکل جھوٹ ہے کہ مسیح صلیب پر مر گیا اصل یہ ہے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اتار لیا گیا تھا اور وہاں سے بچ کر وہ کشمیر میں چلا گیا جہاں اس نے ۱۲۰ برس کی عمر میں وفات پائی"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱)

ان پُرزور اعلانات پر عیسائی پادریوں کے ہاں صفِ ماتم بچھ گئی۔ مشہور پادری زویمر نے بالکل بجا لکھا تھا کہ اگر یہ بات درست ثابت ہو گئی کہ مسیح صلیب سے زندہ اُتر آئے تھے صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے تو کانت مَسِيحِيَّتُنَا بِجُمْلَتِهَا بَاطِلَةً (السر العجیب) پھر ہمارے سارے عقائد غلط اور ہماری ساری مسیحیت باطل قرار پاتی ہے۔ گویا انہوں نے تسلیم کر لیا کہ اگر مسیح کا صلیب سے زندہ اُترنا ثابت ہو جائے تو کسرِ صلیب ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور قرآنی ہتھیاروں سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسرِ صلیب کر دی اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر نیا دن ان دلائل و براہین میں اضافہ کر رہا ہے جو کسرِ صلیب کو پختہ سے پختہ تر کرتے جاتے ہیں۔ اگر ہمارے احباب غور کریں تو یہ ایک امر ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے ؎

اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار

مسیحی اخبار ڈیلی سکیچ نائیجیریا کا مقالہ

کیا حضرت مسیحؑ صلیب پر فوت ہو گئے تھے؟

ویٹیکن سے تاریخ کے سربستہ راز کا حیران کن انکشاف

(ترجمہ:۔ محترم مولوی عطاء المجیب صاحب راشد ایم اے)

"حضرت مسیح کی وفات کا مسئلہ عالمگیر سطح پر موضوعِ بحث بنا ہوا ہے۔ اور اب یہ سوال پوچھا جا رہا ہے کہ کیا واقعی حضرت مسیح صلیب پر فوت ہو گئے تھے جیسا کہ بائیبل میں مذکور ہے۔

حضرت مسیح کے مقدس کفن کے بارہ میں سوئٹزرلینڈ کی انٹرنیشنل فاؤنڈیشن نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت مسیح ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ فاؤنڈیشن کا کہنا ہے کہ مقدس کفن کی شہادت کے مطابق جو اس وقت اٹلی کے شہر ٹورین (TURIN) میں محفوظ ہے حضرت مسیح صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے بلکہ ان کو اس حالت میں کفن میں لپیٹا گیا تھا جبکہ ان کا دل حرکت کر رہا تھا۔

فاؤنڈیشن کا کہنا ہے کہ ویٹیکن اور ٹورین کے مسیحی اعلیٰ عہدیدان کو ۱۹۵۹ء سے اس عظیم تاریخی سربستہ راز کا علم ہے اور اس وقت سے ہی عمومی طور پر اس بات کو پیش کیا جا رہا ہے کہ سائنسی طور پر یہ جدید انکشاف ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔

ایک جرمن مصنف جان ریبان (JOHN REBAN) نے اپنی کتاب "تحقیق درباره مسیح" (INQUEST IN JESUS) میں لکھا ہے کہ جب حضرت مسیح کو صلیب سے اتارا گیا تو اس وقت ان کا سانس جاری تھا۔ یاد رہے کہ حضرت مسیح کے مقدس کفن کے بارہ میں اس مصنف کی رائے کو دنیا میں سب سے زیادہ مستند سمجھا جاتا ہے۔

شہادت کی کڑیاں

مصنف کے بیان کے مطابق اس شہادت کا اہم ثبوت کفنِ مسیح پر خون کے ان دھبوں سے ملتا ہے جو بزبانِ حال یہ اعلان کر رہے ہیں کہ ایک مُردہ لاش سے خون بہا نہیں کرتا۔ مصنف کی رائے یہ ہے کہ حضرت مسیح (واقعۂ صلیب کے بعد) صرف ظاہری طور پر مردہ دکھائی دیتے تھے۔ اگرچہ وقتی طور پر ان کا سانس بھی محسوس نہ ہوتا تھا لیکن تھوڑے سے وقفہ کے بعد ہی جبکہ ان کو قبر میں رکھا ہوا تھا ان کا

سانس دوبارہ جاری ہوگیا۔ جان ریبان نے مزید کہا کہ (واقعۂ صلیب کے بعد) حضرت مسیح کو فوت شدہ خیال کر لیا گیا کیونکہ اُس زمانہ میں ظاہری عمل تنفس کو ہی زندگی کے بارہ میں فیصلہ کن امر خیال کیا جاتا تھا اور اس زمانہ میں دل کے حقیقی عمل سے لوگ پوری طرح آگاہ نہیں تھے۔

جان ریبان نے ایک جرمن پروفیسر ڈاکٹر تھیوڈر ہرٹ (THEODOR HIRT) کا جنہوں نے مقدس کفن کا گہرا تحقیقاتی مطالعہ کیا ہے، ایک حوالہ بھی درج کیا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ (حضرت مسیح کے واقعہ میں) زندگی کا دوبارہ بحال ہو جانا طبی طور پر ممکن تھا" اور حقیقت میں ایسا ہی وقوع پذیر ہوا ہے۔ پروفیسر مذکور کا بیان ہے کہ طبی نقطۂ نگاہ سے یہ بات ہرگز ناممکن نہیں ہے کہ ان مصالحہ جات سے جو بائیبل کے بیان کے مطابق (حضرت مسیح کے) جسم پر لگائے گئے تھے کچھ ایسی رطوبت نکلی ہو جس نے سانس کی نالیوں میں مسلسل طور پر جوش اور حرکت پیدا کر دی ہو اور جس کے نتیجہ میں بالآخر عمل تنفس دوبارہ بحال ہو گیا ہو۔ بہت سے ماہرین نے اس جدید نظریہ کی صداقت کو درست تسلیم کر لیا ہے۔

حضرت مسیح کے مقدس کفن سے متعلق رازہائے سربستہ کا انکشاف کرنے کے لئے ماہرین کی ایک جماعت نے گذشتہ سال جون میں ٹورین کے شہر میں جمع ہو کر اس کفن کا گہرا مطالعہ کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ایک ایسے موضوع کے لئے مزید سائنسی تحقیقات کا راستہ ہموار کیا جائے جو دنیا کے کروڑوں لوگوں کے لئے کائنات کی ہر چیز سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

کفن کا تحقیقاتی مطالعہ کرنیوالے ماہرین کی جماعت ایک ماہر آثارِ قدیمہ، ایک ماہر کیمیادان، ایک ماہر علم حیاتیات اور ایک ماہر تاریخ دان پر مشتمل تھی جن کے ساتھ ایک کارڈینل اور چرچ کے مختلف عمائدین بھی شامل تھے۔ تین دن تک مطالعاتی پروگرام جاری رہا۔ طاقتور خوردبینوں کی مدد سے ابتدائی تحقیقات کا کام کیا گیا اور مزید مطالعہ کے لئے درجنوں تصاویر تیار کی گئیں۔ ان ماہرین کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا کہ وہ اس کفن کی حفاظت کے بارہ میں رپورٹ کرنے کے علاوہ اس سلسلہ میں تجاویز بھی دیں نیز اس کفن کے متعلق آئندہ وسیع پیمانہ پر جدید سائنسی تحقیقات کے لئے ضروری تیاری مکمل کر لیں۔ اس سے قبل ان ماہرین نے عمائدینِ چرچ کو اس بات کا پورا پورا یقین دلایا تھا کہ یہ کفن بڑی عمدہ حالت میں ہے۔

حضرت مسیح کا مقدس کفن لنن کا ایک کپڑا ہے جو ۱۴ فٹ ۴ انچ لمبا اور ۲ فٹ ۹ انچ چوڑا ہے۔ اس کو ایک سرخ ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر چاندی کے ایک صندوق میں رکھا ہوا ہے جو چار فٹ لمبا اور ایک فٹ چوڑا اور ایک فٹ

اونچا ہے۔ اس صندوق کو DUOM کے ایک چھوٹے گرجا گھر میں رکھا گیا جو ٹورین چرچ کے علاقہ میں واقع ہے۔ صندوق کو گرجا گھر میں موٹے شیشے کی ایک دیوار اور دو آہنی سلاخوں کے سہارے ایک قربان گاہ پر رکھا گیا ہے۔

کفن کی تاریخ

بیان کیا جاتا ہے کہ مستند ماخذ سے پندرھویں صدی تک اس مقدس کفن کی تاریخ کا سراغ ملتا ہے جبکہ یہ CHAMBERY کے قلعہ میں رکھا ہوا تھا جو کہ اس کفن کے رسمی مالکان یعنی SAVOY کے شاہی خاندان کی جائے رہائش تھا۔ پرانے ریکارڈ کے مطابق ۱۵۰۳ء میں اس کفن کو تیل میں ڈال کر اُبالا گیا لیکن کسی کو یہ معلوم نہیں کہ ایسا کیوں کیا گیا۔ جدید سائنسی تجربات سے بھی پتہ لگتا ہے کہ اس کفن کو واقعی گزشتہ کسی زمانہ میں تیل میں اُبالا گیا تھا۔ ۱۵۳۲ء میں یہ کفن (معجزانہ طور پر) اُس آگ کی زد سے بچ گیا جس نے اس قلعہ کو خاکستر کر دیا تھا۔ اس کو فوری طور پر پانی میں ڈال دیا گیا تھا لیکن پھر بھی آگ سے جلنے کے نشانات اب بھی بڑے واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔

گزشتہ سو سالوں میں اس صندوق کو (جس میں یہ کفن رکھا گیا ہے) صرف پانچ مرتبہ کھولا گیا ہے۔ سب سے پہلے ۱۸۹۶ء میں، پھر ۱۹۳۰ء میں، پھر ۱۹۳۳ء میں، ۱۹۴۶ء میں اور پانچویں دفعہ گزشتہ سال (۱۹۶۹ء) ماہ جون میں۔ عجیب بات یہ ہے کہ سولہویں صدی میں اس کفن کو تباہ کرنے کی کوشش کے باوجود اس کے پُرانے ہونے کے باوجود اس مقدس کفن کے نمایاں نقوش آج بھی اسی طرح صاف دکھائی دیتے ہیں جس طرح آج سے چھ صدیاں قبل نظر آتے تھے۔ اس کفن کی عمومی سطح قریباً سیاہ دکھائی دیتی ہے تاہم اس پر ایک انسانی چہرہ اور ایک ۵ فٹ ۱۰½ انچ لمبے قد کے انسانی جسم کے ہلکے نقوش اب بھی موجود ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ کفن کسی تصویر کا نیگیٹو ہے۔ اس کفن پر ہاتھوں، پاؤں، پہلو (پسلی) اور پیشانی کے زخموں سے نکلنے والے خون کے دھبے اب بھی باقی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس جسم کو اس کفن میں لپیٹا گیا تھا اس کو عین اس طریق کے مطابق صلیب پر لٹکایا گیا تھا جو عہد نامہ جدید میں مذکور ہے۔

سائنسی تحقیقات کے نتیجہ میں یہ بات معین طور پر معلوم کرنے کی کوشش کی جائیگی کہ کیا واقعی حضرت مسیح اس وقت اصطلاحی معنوں کے اعتبار سے زندہ تھے جبکہ ان کو اس کفن میں لپیٹا گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ (ان تجربات کے نتیجہ میں) اس جسم کے خون کا گروپ بھی معلوم کر لیا جائے۔ نیز خورد بینی اور تجزیاتی مطالعہ کے نتیجہ میں شاید اس کفن کی عمر کے بارہ میں بھی زیادہ معین اور درست طور پر تسلی بخش

کی جا سکے۔

اس بعد ... کا ... سے زیادہ دلکش پہلو یہ ہے کہ اب ساری دنیا کے عیسائی بچشم خود یہ دیکھنے کے قابل ہو سکیں گے کہ حضرت مسیح کی اصلی شکل و صورت کیا تھی چنانچہ ۱۹۲۳ء میں اس کفن کی جو تصاویر لی گئی تھیں ان کی مدد سے حضرت مسیح کے خد و خال اور نقوش بنانے کی متعدد کوششیں کی جا چکی ہیں۔

گزشتہ سال ماہرین نے اس کفن کے سلسلہ میں جو مطالعاتی اجلاس کیا تھا اس کی رپورٹ عنقریب مکمل ہونے والی ہے اور ویٹیکن کے سربراہ اعلیٰ کو پیش کر دی جائیگی۔ اس کے بعد ہی وسیع تر پیمانہ پر سائنسی تحقیقات کا پروگرام وضع ہو سکے گا جس کے متعلق خیال ہے کہ وہ اس صدی کا ایک حیران کن اور نادر واقعہ ہوگا۔

خلاصہ

● اس انکشاف سے اور اس تاریخی سربستہ راز کو طشت از بام کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ **حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔**

● ویٹیکن کے اعلیٰ عہدیداران (عمائدین) کو ۱۹۵۹ء سے اس عظیم تاریخی راز کا علم ہے۔

● ۱۹۵۹ء سے لے کر اب تک پبلک کو

یقین ہو چکا ہے کہ سائنس کی رو سے اس انکشاف کا انکار ناممکن ہے۔

● بہت سے ماہرین اس بات سے متفق ہیں کہ یہ انکشاف درست ہے۔ اور یہ کہ اگر صلیب پر لٹکائے جانے والا آدمی مر جائے تو اس کے جسم سے خون بہہ کر نہیں نکل سکتا۔

● اب دلیل اس بات کے گرد گھومتی ہے کہ اگر مستند طور پر یہ بات ثابت ہو جائے کہ ٹورین کے گرجا گھر کا یہ مقدس کفن واقعی حضرت مسیح کا ہے تو پھر تاریخی شہادت کی روشنی میں صحیح بیان کی شکل یہ ہوگی کہ حضرت مسیح ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے"۔

(DAILY SKETCH,
NIGERIA 13.3.1970)

شذرات

(۱) ووٹ دو ورنہ جنازہ و نکاح سے جواب!

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور راوی ہے کہ "مولانا ضیاء الحق قاسمی" نے کہا کہ:-

"جمعیۃ العلماء اسلام نے گزشتہ ۲۲ سال کے دوران عوام کی پُر خلوص خدمت کی ہے اور آج تک ان سے کبھی کوئی مطالبہ نہیں کیا لیکن اب ہم ان سے ووٹ کا مطالبہ کریں گے۔ اگر انہوں نے ہمیں ووٹ دیکر کامیاب کرادیا تو ہم اس ملک میں قرآن و سنت کے مطابق قانون بنائیں گے۔ اور اگر انہوں نے ہمیں ووٹ نہ دیئے تو ہم آئندہ انکے جنازے، نکاح اور نماز نہیں پڑھائیں گے اور نہ پھر انتخاب لڑینگے!"

(نوائے وقت ۷/ مئی ۱۹۷۰ء)

الفرقان ۔ گویا جنازوں، نکاحوں اور نمازوں کا سودا ووٹ سے ہو رہا ہے۔ آخر بے چارے علماء کے ہاتھ میں ان کے سوا اور کونسا ہتھیار ہے۔ سچ ہے کہ سیاست نے عوام و خواص کو اپنی جگہ سے ہلا دیا ہے۔

(۲) ایک... مسجد میں نماز پڑھ گیا تھا!

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب نے اپنی کتاب "اقبال اور مُلّا" میں علامہ اقبال کے مشہور مقولہ ع دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد کی شرح میں مندرجہ ذیل ایک واقعہ پیش کیا ہے کہتے ہیں کہ:-

"میرے ایک بزرگ بیان فرماتے تھے کہ ایک روز محلے کی مسجد میں مولوی صاحب کو دیکھا کہ آستین چڑھائے پائنچے اوپر کئے پانی کے گھڑے بھر بھر کر مسجد کو دھو رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب آپ کی خدمتِ دین اور خدمتِ مسجد کی داد دیتا ہوں کس محنت سے آپ اللہ کے گھر کو پاک صاف کر رہے ہیں۔ فرمانے لگے کہ کیا کروں ایک وہابی کتا اس میں نماز پڑھ گیا ہے۔ بلند آواز سے آمین کہہ گیا ہے اور تمام مسجد پلید ہو گئی ہے کوشش کر کے اس کو پاک کر رہا ہوں۔"

(ہفت روزہ لیل و نہار کراچی ۱۹/ اپریل ۱۹۷۰ء)

الفرقان ۔ اہلحدیثوں کو ان فتووں سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ اور اب خود اسی قسم کے ظالمانہ

انداز کو اختیار نہ کرنا چاہیئے۔

(۳) ملّتِ اسلام کے امتیازی نشانات

ہفت روزہ شہاب ۹ راپریل ۱۹۷۰ء نے جناب مودودی صاحب کا مقالہ "علماء کی کافر گری" شائع کیا ہے۔ اس مقالہ کا ایک اقتباس یہ ہے:۔

"جہاں تک کسی شخص کے درحقیقت مومن یا غیر مومن ہونے کا تعلق ہے اس کا فیصلہ کرنا تو کسی انسان کا کام ہی نہیں ہے یہ معاملہ تو براہِ راست خدا سے تعلق رکھتا ہے اور وہی اس کا فیصلہ قیامت کے روز فرمائے گا۔ رہے بندے تو ان کے فیصلے کرنے کی چیز اگر کوئی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول نے ملتِ اسلام کے جو امتیازی نشانات بتلائے ہیں ان کے لحاظ سے کون شخص سرحدِ اسلام کے اندر ہے اور کون اس سے باہر نکل گیا ہے۔ اس غرض کے لئے جو چیزیں ہم کو بنائے اسلام کی حیثیت سے بتائی گئی ہیں وہ یہ ہیں۔

"اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے اگر وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔"

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ جب وہ ایسا کر دیں گے تو مجھ سے اپنی جانیں بچا لیں گے۔ اور یہ کہ اسلام کا کوئی حق ان کے خلاف قائم ہو اور ان کا حساب اللہ عز وجل کے ذمے ہے۔"

یہ ہیں اسلامی سوسائٹی کے سرحدی نشانات جو لوگ ان سرحدوں کے اندر ہیں ہم کو حکم ہے کہ ان کے ساتھ مسلمان کا سا معاملہ کریں۔ انہیں ملت سے خارج کرنے کا کسی کو حق نہیں۔"

(۴) خاتم النبیین کے ساتھ "بایں معنی" کی شرط!

احراری ہفت روزہ خدام الدین لاہور اپنے اداریہ زیرِ عنوان "کیا مرزائی بھی مسلمان ہیں" میں لکھتا ہے:۔

"مسلمان سے مراد وہ شخص ہے جو خدا تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک اور احکم الحاکمین مانتا ہو اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بایں معنی خاتم النبیین تسلیم کرتا ہو کہ ہر قسم کا دعویٰ نبوت کرنے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ مسلمانوں کے مسلمہ اسلامی فرقوں، دیوبندی، بریلوی، شیعہ اور اہلحدیث کے نزدیک مرزائی دائرۂ

اسلام سے خارج ہیں۔" (۳؍ اپریل ۱۹۷۰ء)

گویا مسلمان کی تعریف اور اس کا فیصلہ قرآن و سنت کے مطابق نہیں ہوگا بلکہ "مسلمہ اسلامی فرقوں" کے زعم کے مطابق ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ ان فرقوں کا "مسلّمہ" ہونا کس طرح ثابت ہوگا جبکہ ان میں سے ہر فرقے نے دوسرے کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے رکھا ہے۔ ان کے ایسے فتووں کے انبار موجود ہیں؟

احراری خود ساختہ تعریف میں "بایں معنی" سے ظاہر ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک لہٗ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اس [illegible] اریوں کی "بایں معنی" کی پخ نہ لگائی جائے گویا ان لوگوں کے نزدیک مسلمان کہلانے کے لئے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کافی نہیں؟ آہ! احمدیوں کو غیر مسلم ٹھہرانے کے لئے مولویوں کو کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔

(۵) ایک اور نہایت خطرناک فتویٰ

اہلسنّت کے علماء کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ فرمائیے:۔

"آج کل کے روافض تو عموماً ضروریات دین کے منکر اور قطعاً مرتد ہیں۔ ان کے مرد یا عورت کا کسی کا نکاح ہو سکتا ہی نہیں۔ ایسے ہی وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری جملہ مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا

تم[illegible] میں جس سے نکاح ہوگا مسلم ہو یا کا[illegible] یا مرتد۔ انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زنا خالص ہوگا۔"

("مسلمانانِ عالم کے لئے ایک اعلیٰ ترین دستور العمل" الملفوظ ص۱۳۱۔ مؤلفہ و مرتبہ مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب قادری نوری۔ ناشر نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور۔)

الفرقان۔ ظاہر ہے کہ جب تک اس قسم کے مفتی رہیں گے اور ایسے فتوے جاری ہوتے رہیں گے تفرقہ انگیزی کے شعلے ملکی و ملی وحدت کو بھسم کرتے رہیں گے۔ ایسے فتووں کو بند کیا جائے اور ہر کلمہ گو کو ملکی وحدت کی سلک میں ملت کا فرد قرار دیا جائے تب ہی امن قائم ہوگا۔

(۶) "مودودی جماعت یزید کا یوم ولادت منائیگی"

"پاکستان پیپلز پارٹی نے ۱۲؍ ربیع الاوّل (۱۹؍ مئی ۱۹۷۰ء) کو عید میلاد النبی کی تقریب منانے کا اعلان کیا ہے۔ مودودی جماعت نے رسول پاکؐ کی ولادت کے اس مبارک دن کو چھوڑ کر ۳۱؍ مئی کو شوکتِ اسلام کا دن منانے کا اعلان کیا ہے۔ ۳۱؍ مئی ۱۹۷۰ء کو ۲۴؍ ربیع الاوّل ہے جو یزید کا یوم پیدائش [illegible]۔ خدا نے مودودی جماعت کے مقدر [illegible] تھا کہ وہ نبی کریمؐ کے یوم ولادت

کی بجائے یزید کا یوم ولادت منائیے!
کریم بخش دیچھو والی لاہور"
(رسالہ نصرت لاہور ۲ مئی سنہ ۶۹ء صفحہ ۲)

الفرقان - ہم یہ اقتباس بلا تبصرہ شائع کر رہے ہیں۔ مودودی صاحب کی جماعت اقامتِ دین کی علمبردار ہے مگر سیاست کی دلدل میں پھنس کر اس کا یہ حال ہو رہا ہے کہ بھاشانی صاحب کے مقابلہ میں ایسے دن منانے پر اتر آئی ہے حالانکہ مودودی صاحب پہلے یہ فتویٰ دے چکے ہیں کہ:-

"یہ میلاد خوانی جو اس وقت رائج ہے یہ ساری کی ساری جاہلانہ اور مشرکانہ رسوم پر مشتمل ہے اور اگر حضورؐ یا صحابہ کے زمانہ میں ہوتی تو اسے حکماً بند کر دیا جاتا جس طرح حضورؐ کی پیدائش کو ان محفلوں میں بیان کیا جاتا ہے اس طرح اپنی پیدائش کے ذکر کو کوئی شخص بھی پسند نہیں کر سکتا!"
(روداد جماعت اسلامی حصہ پنجم صفحہ ۸۰ ناشر مکتبہ جماعت اسلامی ذیلدار پارک اچھرہ - لاہور)

(۷) اہلحدیثوں اور بریلویوں کا اسلام الگ الگ ہے

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے:-

"بریلوی اصحاب اہلحدیث حضرات اور دیوبندی حضرات کو کافر کہا کرتے ہیں آپ اس پر ناراض نہ ہوا کریں۔ ان کی مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ جو اسلام ہم رکھتے ہیں اہلحدیث اور دیوبندی اس کے منکر ہیں اسلئے وہ کافر ہیں۔ سو آپ لوگ بخوشی زیر آیت کفرنا بکم ایسے اسلام سے انکار کر دیا کریں...

بریلوی اہل سنت والجماعت کہلانے والے کہا کرتے ہیں کہ ہماری جماعت سوادِ اعظم ہے اور یہ (اہلحدیث) شرذمہ قلیلہ (بہت تھوڑے) ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ تھوڑے ہی ان بہتوں سے اچھے ہیں کیوں؟
تعیّرنا انا قلیل عدیدنا
فقلت لها ان الکرام قلیل"
(اخبار اہلحدیث ۲۱ر دسمبر سنہ ۱۹۴۵ء صفحہ ۱۲)

الفرقان - اسلام تو ایک ہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے - اور قرآن مجید میں موجود ہے مگر علماء ہیں کہ اسلام کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں۔ اس مرض کا علاج یہی ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ کی آواز پر لبیک کہہ کر متحد ہو جائیں۔

(۸) روزنامہ جسارت کی مفتریانہ جسارت

بروایت روزنامہ جسارت احراری لیڈر ابوذر بخاری نے کہا ہے کہ:-

"تل ابیب میں مرزائیوں کا تبلیغی سنٹر قائم ہے اور یہ سنٹر ان دنوں قائم ہوا تھا جب ذوالفقار علی بھٹو وزیر خارجہ تھے!" (۱۲ مئی سنہ ۷۰ء)

الفرقان ۔ جسارت کی کذب بیانی تو شہرہ آفاق ہے یہ بیان بھی سراسر غلط بیانی کا مرقع ہے ــــ تل ابیب میں آج تک نہ کبھی احمدیہ سنٹر قائم ہوا اور نہ ہی وہاں پر جماعت احمدیہ موجود ہے البتہ فلسطین میں بعض اور مقامات پر احمدیوں کی جماعت پاکستان بننے سے بھی بیس سال پہلے سے قائم ہے ۔ حیرت ہے کہ آج کل سیاست کے نشے میں اخبارات اور لیڈر اخلاق سے کتنے دُور جاچکے ہیں ۔

(۹) مولوی احتشام الحق کا اپنا نکاح خطرہ میں

" مولانا ہزاروی نے کہا ہمارا اس سلسلے میں یہ موقف رہا ہے کہ کسی مسلمان کی تکفیر کرنے کے معاملے میں انتہائی احتیاط اور چھان بین سے کام لینا چاہیئے ۔ اگر کچھ لوگ جیسا کہ بار بار وضاحت کرچکے ہیں اسلامی سوشلزم اور سوشلزم کو اسلامی مساوات کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں تو ان کی تکفیر کرنا کیسے جائز قرار دیا جاسکتا ہے ؟ ۱۱۳ میں شامل مولانا مفتی شفیع بعد میں خود ہی وضاحت کرچکے ہیں اس کے باوجود ہمارے خلاف بعض اخبارات میں ہر روز بہتان اور جھوٹی باتیں شائع کی جارہی ہیں ۔

مولانا غلام غوث نے اس ضمن میں جماعت اسلامی کے بعض رہنماؤں اور مولانا احتشام الحق تھانوی کو بھی ہدفِ تنقید بنایا انہوں نے کہا اگر کوئی شخص کسی قادیانی (احمدی) مرد کا نکاح کسی مسلمان لڑکی سے پڑھائے ۔ اور حقیقت کا علم ہونے کے بعد اس نکاح کے کالعدم ہونے کا اعلان نہ کرے تو اسے دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا اور اس کا اپنا نکاح بھی ختم ہوجائیگا۔ انہوں نے کہا مولانا احتشام الحق کے بارے میں ایسے متعدد واقعات شہادت میں شائع ہوچکے ہیں جن کی ابھی تک انہوں نے تردید نہیں کی اور نہ ان کے کالعدم ہونے کا اعلان کیا ہے ۔"

(روزنامہ امروز لاہور ۴ مئی ۱۹۷۰ء)

الفرقان ۔ خداترس احباب غور کریں کہ کیا یہ علماء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث وَمِنْ عِنْدِہِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَۃُ وَفِیْہِمْ تَعُوْدُ کے مصداق ثابت نہیں ہورہے ؟

(۱۰) شہنشاہ اورنگ زیب اور وفاتِ مسیح !

اخبارِ جہاں کراچی میں لکھا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب نے ایک لاش کو یوں خطاب کیا تھا:۔

" انسان مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور حضرت آدمؑ کے زمانوں سے لے کر نبی آخر الزمان تک تمام انبیائے کرام اور تمام اولیائے کرام

کو آخری آرام کے لئے مٹی میں ہی پناہ ملی
ہے اور اس قانون سے علیحدگی اسلام کی
مخالف ہوگی۔"

(اخبار جہاں ۱۵ تا ۲۲ اپریل ۱۹۷۴ء)

الفرقان۔ قرآنی آیت وَقَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ کے مطابق شہنشاہ کا استدلال مناسب ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے پہلے کے جملہ نبیوں کے لئے جن میں حضرت مسیح علیہ السلام بھی شامل ہیں زمین کو ہی قرارگاہ ٹھہرایا۔ یہ بات آیت وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کے عین مطابق ہے۔

(۱۱) اس تعریف سے کون کون مسلمان نہیں رہتا؟

جمعیۃ العلماء اسلام کے منشور میں مسلمان کی "قانونی تعریف" یوں کی گئی ہے:۔

"وہ قرآن وحدیث پر ایمان رکھتے ہوئے
ان کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
اسلاف رحمہم اللہ اجمعین کی روشنی میں حجت
سمجھے اور سرور کائنات کے بعد کسی نبوت کا
اور نہ کسی شریعت کا قائل ہو۔" (دفعہ ۸ باب ۱)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ہفت روزہ زندگی میں لکھا ہے:۔

"اس تعریف کی رو سے وہ مفسّر
قرآن اور ارباب مذاہب ہرگز مسلمان
نہیں ہیں جو قرآن کو تو اللہ کی کتاب مانتے ہیں
لیکن کسی آیت کی جو تشریحات صحابہؓ سے منقول ہیں ان سے اتفاق نہیں رکھتے بلکہ آیت کو مطالب کا کوئی اور جامہ پہناتے ہیں۔ اس قسم کی مثالوں سے تمام تفاسیر قرآن بھری ہوئی ہیں۔ ایسے ہی وہ ائمہ اجتہاد اور فقہائے کرام بھی مسلمان نہیں ہیں جو حدیث کو تو دین میں ایسے ہی حجت مانتے ہیں جیسے ماننا چاہیئے لیکن صحابہؓ سے جو احادیث کی تشریحات منقول ہیں ان کے بارے میں — اُن کا قانونی موقف یہ ہے کہ اعتبار بیان نبوت کا ہوگا، بیان کو نقل کرنیوالے کی تشریح کا نہ ہوگا چاہے وہ صحابہؓ ہوں یا اسلاف اکی چاروں مذاہب میں بے شمار مثالیں ہیں۔

اسی پر بس نہیں بلکہ پاکستان میں بسنے والے تمام اہلحدیث بھی مسلمان نہ رہیں گے جو سرے سے اقوال و اعمال صحابہ کو دین میں حجت ہی نہیں سمجھتے:۔

صحابہؓ کے ساتھ مسلمانوں کی قانونی تعریف میں اسلاف کی قید کا اضافہ بھی جان بوجھ کر کیا گیا ہے۔ اس قید کے ذریعہ صرف شیعہ اور اہلحدیث کو ہی اسلام سے خارج نہیں کیا گیا بلکہ ان بریلویوں کو بھی پروانۂ کفر دیدیا گیا ہے جو ان بزرگوں کے خیال میں اپنے معتقدات کے ثبوت میں آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی کی اسلاف کی تشریحات کے خلاف تشریح کرتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر وہ دیوبندی بھی مسلمان نہیں رہتے جو حیات انبیاء کے موضوع پر ان سے اختلاف رکھتے ہیں کیونکہ انکی رائے میں وہ بھی اسلاف کی تشریحات کو تاریخ کا قیمتی سرمایہ نہیں سمجھتے۔"

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۱۳ اپریل ۱۹۷۴ء صفحہ ۱۲)

الفرقان۔ اب یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ اسکے بعد کون کون مسلمان باقی بچے گا۔ جو لوگ آنے والے مسیح موعود کو نبی مانتے ہیں یعنی آنیوالے عیسیٰ علیہ السلام کے منتظر ہیں وہ سب بھی غیر مسلمان قرار پائیں گے۔

"آفتابِ نبوت"

خاتم النبیین کا جامع مفہوم

جناب مہتمم صاحب دار العلوم دیوبند کی کتاب کے دس اقتباسات

"آفتابِ نبوت" کے نام سے جناب مولوی قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے ایک کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ طیبہ پر لکھی ہے جسے پاکستان میں بھی "ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور" نے شائع کیا ہے۔ کتاب ہذا میں موصوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت آفتابِ نبوت یا سراجِ منیر پر مکمل بحث کی ہے اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر دے۔ ساری کتاب قابلِ دید ہے حقیقتِ ختمِ نبوت پر مندرجہ ذیل دس حوالہ جات خاص توجہ کے قابل ہیں:۔

مکرم قاری محمد طیب صاحب لکھتے ہیں:۔

(۱) "چنانچہ آسمان پر تارے اور بھی ہیں اور سب ہی برسرِ عروج و عظمت رہ کر نورانیت سے سرفراز ہیں مگر جو جمال و کمال سورج کو ملا ہے وہ اور کسی ستارے کو نہیں ملا اور جو تاثیر و تصرف اس حصے میں آیا ہے وہ اور کسی کو میسر نہیں ہوا۔ نیز جو غلبہ و اقتدار اسے دیا گیا ہے وہ اور کسی ستارے کو نہیں دیا گیا۔ پس آفتاب ان سارے ستاروں میں بمنزلہ بادشاہ کے ہے جس کی حکومت و تاثیر سے کوئی ستارہ مستغنی [illegible] کہ سارے ستارے اپنی نور [illegible] چمک دمک میں بھی سورج ہی کا [illegible] (صفحہ ۲۳)

(۲) "سورج ہی ایک [illegible] اور جامع شیون ستارہ تھا کہ عالمِ روحانیت کے جوہرِ یکتا اور دُرِ پاک جناب محمد رسول اللہ صلعم کی مخصوص سیرتوں اور احوال و کمالات کھولنے کے لئے تمثیل کا کام دے سکے۔

اور وہی [illegible] قابل تھا کہ اس کے احوال و [illegible] کے حضور کے احوال و [illegible] ان کے ذریعہ مثل محسوس

کے دکھایا جاتے ہے" (ص۳۱)

(۳) "مگر اس سورج کو چراغ کے لفظ سے
اس لئے تعبیر کیا گیا کہ آپؐ کے کمالاتِ
تربیت و تاثیر سے آپؐ کی نمونہ سازی کا
کمال بھی کھل جائے کہ آپؐ نے اپنے
رنگ اور ڈھنگ کے لاکھوں نمونے تیار
کر دیئے جیسے ایک چراغ سے لاکھوں چراغ
روشن ہو جاتے ہیں" (ص۴۳)

(۴) "اور سب جانتے ہیں کہ اس ایمانی حرارت
اور گرمیٔ عشقِ خداوندی کے سرچشمے انبیاءؑ
ہیں اور خود ان کی ایمانی گرمی کا واحد سرچشمہ
ذاتِ بابرکات نبوی ہے کیونکہ آپ خاتم النبوت
ہیں جن کے فیض سے انبیاء و اُمم کو یہ روحانی
حرارت غریزی ملی ہے۔ پس اور انبیاء اگر
نجومِ نبوت ہیں تو آپؐ آفتابِ نبوت
ہیں اسلئے اگلوں اور پچھلوں کی ایمانی
اور احسانی آب و تاب اور روشنی و گرمی
کا سرچشمہ آفتابِ نبوت ہے جس سے
پورے عالمِ روحانیت کی گرمی اور گرم بازاری
اور دوسرے لفظوں میں روحانی زندگی قائم
ہے" (ص۴۹)

(۵) "اب وقت آگیا ہے کہ ہم اس بلیغ تشبیہ
کی روشنی میں ان ممتاز مقاصدِ طلوع کو بھی
سمجھیں اور آفتابِ نبوت سے صادر شدہ
ان مخصوص اوصاف و کمالات کے دقیق
گوشوں تک پہنچیں جو عام نجومِ ہدایت
میں نظر نہیں آتے بلکہ صرف آفتابِ نبوت
ہی کی خصوصیات سمجھے گئے ہیں۔ بلکہ انہیں
کے پرتو سے تمام نجومِ ہدایت میں روشنی
پہنچی ہے۔ شرعی اصطلاح میں نبوت کے
ان ہی امتیازی، انتہائی اور مصدریت
کے کمالات کے مجموعہ کا نام ختمِ نبوت
ہے" (ص۱۰۵)

(۶) "جبکہ کسی ستارہ کا نور ہی خود اپنا نہیں
بلکہ آفتاب سے لیا ہوا ہے پس آفتاب تمام
ستاروں کے حق میں مربی اور مصدرِ
فیض نکلتا ہے اسلئے آفتاب کا امتیاز
محض نورانی ہونا نہیں بلکہ نورانیت کی
اصل ہونا نکلتا ہے۔ بناء بریں یہ سمجھنا
غیر معقول نہ ہوگا کہ سب انوار کی انتہاء
آفتاب پر ہو جاتی ہے۔ وہیں سے نور
سب ستاروں کے لئے ملتا ہے جبکہ وہ
اس کے سامنے ہوں خواہ اوپر ہوں یا نیچے۔
اور یہی شان کسی وصف کے خاتم کی ہوتی
ہے کہ وہ وصف اُسی سے چلے اور اُسی پر
لوٹ آئے وہی فاتح ہو اور وہی خاتم
ہو۔ وہی اس وصف کا مبدء ہو اور وہی
منتہاء ہو۔ وہی اول ہو اور وہی آخر ہو۔
اسلئے اب ہم سورج کو محض نورانی نہیں
کہیں گے بلکہ نور بخش اور نور آفرین

کہیں گے اور محض صاحب انوار نہیں کہیں گے
بلکہ خاتم الانوار کہیں گے جبکہ سب ستاروں
کو نور اس سے ملتا ہے۔" (ص ۱۰۱)

(۷) "ٹھیک اسی طرح آفتابِ نبوت جناب
رسول اللہ صلعم کی شان صرف نبی ہونا نہیں
کہ یہ شان قدرِ مشترک کے طور پر ہر نبی میں
موجود ہے بلکہ آپؐ کا اصل امتیازی وصف
یہ ہے کہ آپؐ نورِ نبوت میں سب انبیاء
کے مُربّی، ان کے حق میں مصدرِ فیض اور
ان کے انوارِ کمال کی اصل ہیں۔

اسلئے اصل میں نبی آپؐ ہیں اور دوسرے
انبیاء علیہم السلام اصل سے نہیں بلکہ آپؐ
کے فیض سے نبی ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے
کہ آپؐ نے اپنے کو نبیُّ الامت ہی نہیں
بلکہ نبیُّ الانبیاء بھی فرمایا ہے جیسا کہ روایتِ
حدیث میں مصرح ہے۔ پس جیسے آپؐ اُمت
کے حق میں نبیِ اُمت ہونے کی وجہ سے
مربّی ہیں ویسے ہی نبیوں کے حق میں بوجہ
نبیُّ الانبیاء ہونے کے مربّی ہیں۔"
(ص ۱۰۵)

(۸) "اور جب یہ صورت ہے تو حضورؐ کی شان
محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ "نبوت بخشی"
بھی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد
پایا ہوا فرد آپؐ کے سامنے آگیا نبی ہوگیا
اور یہی شان خاتم کی ہوتی ہے کہ اسی سے
اس کے وصفِ خاص کی ابتدا بھی ہوتی ہے
اور اسی پر انتہاء بھی ہو جاتی ہے اسلئے ہم
آپؐ کو وصفِ نبوت کے لحاظ سے صرف
نبی ہی نہیں کہیں گے بلکہ خاتم النبیین کہیں گے
کہ آپ ہی پر تمام انوارِ نبوت کی انتہاء
ہے جس سے آپ منتہائے نبوت ہیں۔
آپ ہی سے نبوت چلتی ہے اور آپؐ ہی
پر عَود کر آتی ہے۔" (ص ۱۰۹، ۱۱۰)

(۹) "قرآنِ حکیم نے اس حقیقت کی تصدیق کرتے
ہوئے آپؐ کو خاتم النبیین فرمایا جس سے
آپؐ کا منتہائے کمالاتِ نبوت ہونا واضح
ہے جو آپؐ کے مصدرِ نبوت ہونے کی
کھلی دلیل ہے۔ ارشادِ ربانی ہے مَا كَانَ
مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ
النَّبِيّٖنَ۔ جس سے واضح ہے کہ آپؐ
انبیاء کے حق میں بمنزلہ اصل کے ہیں اور
انبیاء آپؐ کی نسبت سے بمنزلہ فرع کے
ہیں کہ ان کا علم اور خُلق آپؐ کے فیض سے
ظہور پذیر ہوا۔ آپؐ کی یہ فیض رسانی اور
سرچشمۂ کمالاتِ نبوت ہونے
کی امتیازی شان آغازِ بشریت سے
شروع ہوئی تو انتہاءِ کائنات تک
جا پہنچی۔" (ص ۱۱۱)

(۱۰) الف: "سارے انبیاء کے نبی ہی سلم

نکل آتا ہے کہ اُن کی نبوتیں ختمِ نبوت کے
تابع اور ظل کی حیثیت رکھتی ہیں جس سے
آنحضرت صلعم کا نبیّ الانبیاء ہونا کھلے
طور پر سامنے آجاتا ہے۔ ..... پس
حضرت خاتم الانبیاء کی اسی متبوعیت عامہ
اور نبوت کے اصلی ہونے کو خاتم النبیین
کے عنوان سے نمایاں کیا گیا ہے" (ص۱۱۹)

ب۔ "جیسے آفتابِ مادی سارے ستاروں
کے نور کی اصل ہونے کی وجہ سے خاتم الانوار
ہے۔ اور ہر ستارہ نور میں اُسی کا پیرو اور
متبع ہے ایسے ہی آفتابِ روحانی حضرت
محمد مصطفیٰ صلعم کی ذات بابرکات تمام
انبیاء کی نبوتوں کی اصل ہونے کی وجہ
سے خاتم النبیین ہے کہ ہر نجم ہدایت اور
ہر نبی نورِ نبوت میں آپ سے مستفید اور
آپ کے تابع ہے" (ص۱۲۱)

(مرسلہ عزیز الرحمٰن منگلا مربی سلسلہ)

محترم چودھری لئیق احمد کھوکھر کی یادیں

(از محترم کیپٹن ملک خادم حسین صاحب)

اے فلک! حیرت کی جا ہے تُو نے آخر کیا کیا
نامور خادم لئیق احمد ہُوا ہم سے جُدا
جانے والے جاتے ہیں وقتِ معیّن پر سدا
بحرِ غم کے ناخدا کو ساحلِ جنّت ملا
مخلصُ الدّین کا نمونہ۔ پیکرِ شرم و حیا
باعمل تھا۔ صاحبِ رؤیا و دعاگو۔ باوفا
کُلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت کی برحق خبر
آہ اے سوالِ شہادت! اے مشیّت کی رضا
"وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے"
پا کے ان کو بن گیا تُو عارفِ ذاتِ خدا
تھی خلافت سے تری وابستگی روشن چراغ
چند روزہ عمر میں کیا عشق کا سودا کیا؟
دین کا خادم مقدّم دین کو سمجھا کیا
احمدیت کے چمن کا پھول تھا مُرجھا گیا

نہایت ضروری اعلان

ماہنامہ الفرقان بعض خریداروں کی
سہل انگاری کے باعث کہ وہ بروقت بقایاجات ادا
نہیں فرماتے زیر بار ہو گیا ہے۔ جملہ احباب سے درخواست ہے
کہ اپنے اپنے ذمہ کا بقایا ادا فرمائیں نیز اعلان کیا جاتا ہے
کہ ماہ جون ۱۹۷۰ء کے بعد پیشگی چندہ کے بغیر رسالہ جاری
نہ ہو سکے گا۔　　(مینیجر)

مسلمانانِ عالم کی حالت

[عراق کے مشہور شاعر محمد رضا شبیبی کی یہ نظم مع ترجمہ روزنامہ کوہستان لاہور میں "روحِ پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔ اس کی افادیت کے پیشِ نظر ہم اسے درج کرتے ہیں ــــــ (ادارہ)]

أَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ مَا تَرٰى رُوْحُ اَحْمَدَ ‌ ‌ ‌ اِذَا اطَّلَعَتْنَا مِنْ عَلٍ اَوْ اَطَلَّتِ

اگر احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح عالمِ بالا سے ہمارے حالات سے واقف ہو جائے یا ہمیں جھانک کر دیکھے تو معلوم نہیں ہمارے متعلق کیا رائے قائم کرے۔

وَاَكْبَرُ ظَنِّيْ لَوْ اَتَانَا مُحَمَّدٌ ‌ ‌ ‌ لَلَاقَى الَّذِيْ لَاقَاهُ مِنْ اَهْلِ مَكَّةِ

میرا گمان غالب ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج ہمارے پاس تشریف لے آئیں تو آپ کو آج بھی اس قوم (مسلمانوں) کے ہاتھوں اسی قسم کے مصائب اور انکارِ حق سے دوچار ہونا پڑے گا جس طرح وہ اہلِ مکہ کے ہاتھوں دوچار ہوئے۔

عَدَلْنَا عَنِ النُّوْرِ الَّذِيْ جَاءَنَا بِهٖ ‌ ‌ ‌ كَمَا عَدَلَتْ عَنْهُ قُرَيْشٌ فَضَلَّتِ

(کیونکہ) ہم اس نورِ حق سے جس کو لے کر آپؐ مبعوث ہوئے تھے اسی طرح روگردانی کر چکے ہیں جس طرح قریش نے اس سے منہ پھیرا تھا اور گمراہی کے گڑھے میں جا پڑے تھے۔

اِذَنْ لَقَضٰى لَا مَنْهَجُ النَّاسِ مَنْهَجِيْ ‌ ‌ ‌ وَلَا مِلَّةُ الْقَوْمِ الْاَوَاخِرِ مِلَّتِيْ

(پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری زبوں حالی اور راہِ حق سے بیزاری دیکھ کر یہ فیصلہ کریں گے کہ لوگ جس ڈگر پر چل رہے ہیں وہ میرا بتایا ہوا راستہ نہیں ہے اور آخری زمانہ کے ان لوگوں نے اپنے گلے میں جو مذہب کا طوق ڈال رکھا ہے وہ میرا مذہب ہرگز نہیں ہو سکتا۔

دَعَوْتُ اِلَى التَّوْحِيْدِ يَجْمَعُ شَمْلَكُمْ   وَلَمْ اَدْعُ لِلشَّمْلِ الْبَدِيْدِ الْمُشَتَّتِ

مَیں نے تم کو توحید کی دعوت دی تھی جو تمہارے انتشار و افتراق کو ختم کر کے شیرازہ بندی کا موجب تھی۔ تفرقہ اور گروہ بندی سے میری دعوت کو کوئی سروکار نہ تھا۔

وَجِئْتُ رَسُوْلًا لِلْحَيَاةِ وَلَا اَرَى   بِكُمْ غَيْرَ حَيٍّ فِيْ مَدَارِجِ مَيِّتِ

میری رسالت کا مقصد یہ تھا کہ تمہارے اندر زندگی کی حرارت پیدا ہو مگر مَیں اس کے برعکس تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم چلتی پھرتی لاشیں ہو۔

وَحَرَّمْتُ فِي الْاِسْلَامِ مِنْ بَعْدِ حِلِّهَا   مَسَاوِئَ عَادَتْ بَعْدَ حِيْنٍ فَحَلَّتِ

اسلام سے قبل منکرات اور فواحش کو حلال سمجھا جاتا تھا لیکن مَیں نے اسلام میں انہیں حرام قرار دیا۔ کچھ عرصہ بعد انہی منکرات کا پھر دور دورہ ہو گیا اور انہیں حلال ٹھہرا لیا گیا۔

وَاَوْصَيْتُ بَعْدَ الْحَقِّ بِالصَّبْرِ اُمَّةً   عَلٰى مُبْطِلِيْهَا حُجَّةُ اللّٰهِ حُقَّتِ

اُمّت کو میری وصیت تھی کہ وہ حق اختیار کرنے کے بعد اس پر ڈٹ جائے۔ ایسا نہ کرنے والوں پر اللہ کی حجت پوری ہو کر رہے گی۔

تَلَفَّتِّ يَا رُوْحِيْ وَاَنْتِ غَرِيْبَةٌ   عَنِ الْحَيِّ فَاجْتَازِيْ وَلَا تَتَلَفَّتِيْ

اے میری رُوح یہ تیری بستی نظر نہیں آتی۔ تُو تو بالکل اجنبی لگتی ہے تو اس نا دیدنی منظر سے گزر جا اور ادھر کوئی التفات نہ کر۔

شیخ محمد رضا شبیبی (عراق)

(روزنامہ کوہستان لاہور (سرورق)
۲۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء)

عیسائیوں کی مریم پرستی!

(از مکرم جناب مولوی محمد اعظم صاحب اکسیر وکالت التبشیر ربوہ)

[آج کے بعض پادری کہتے ہیں کہ قرآن مجید نے ہم عیسائیوں کے متعلق یہ غلط بات کہہ دی ہے کہ ہم حضرت مریم کی عبادت کرتے تھے۔ اس اعتراض کے جواب میں ذیل کا مقالہ توجہ سے مطالعہ فرمائیں ——— (ایڈیٹر)]

قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے حق و باطل میں تمیز کرنے کے لئے بطور الفرقان نازل فرمایا ہے۔ چنانچہ اپنے فرض منصبی کے عین مطابق قرآن کریم انبیاء کرام کی طرف ان کی قوموں کی طرف سے منسوب کردہ غلط عقائد کی نشاندہی کر کے اُن کا پوری طرح رد کرتے ہوئے حق و صداقت کا دفاع کرتا ہے۔ جب قرآن کریم نازل ہوا اس وقت عیسائیوں میں بے شمار غلط عقائد رائج ہو چکے تھے۔ سب سے بڑا اور اہم غلط عقیدہ شرک سے متعلق تھا جس کے پیش نظر عیسائیوں میں خدا کے علاوہ مسیح اور مریم کی پرستش مروج تھی۔ سورۃ مائدہ کے آخر میں نہایت دلکش اور پیارے رنگ میں قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بریت کرتے ہوئے اس غلط عقیدہ کا رد فرمایا ہے مگر آج کا کم علم مسیحی طبقہ بجائے احسان مند ہونے کے اُلٹا قرآن مجید پر معترض ہے کہ اس نے خواہ مخواہ مسیحیت کی طرف سراپا شرک آمیز عقیدہ مریم پرستی کا منسوب کیا ہے۔

اصل حقیقت

درحقیقت مسیحی کلیسیا میں بہت جلد غلط عقائد نے دخل پا لیا تھا۔ اور یہ سب کچھ الٰہی نوشتوں میں مذکور مختلف اقوال اور خود مسیح کی پیشگوئیوں کے عین مطابق ہوا۔ خیر یہ ایک الگ طویل مضمون ہے تاہم مثال کے طور پر ایک مسیحی مؤرخ کا بیان دیکھئے جو ایک واقعہ کو بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نزول سے کافی عرصہ پہلے سے متعلق مشرق میں مسیحیت کی حالت پیش کرتا ہے:۔

"مشرق میں سرکار اور کلیسیا کا بھائی چارہ بہت ہی خرابی کا باعث ہوا۔ کلیسیا کی روحانیت اور پاکیزگی بگڑ گئی۔ نام کے مسیحی کلیسیا میں بہت داخل ہو گئے۔ اختیار اور عزت کو

بڑھانے کی خاطر بہت لوگ کلیسیائی عہدوں کے خواہشمند ہونے لگے ۔ رشوتیں چلنے لگیں۔ مذہب سرکاری پیچیدگیوں میں اُلجھنے لگا۔ بشپوں نے بادشاہوں کی خوشامدیں شروع کر دیں مذہبی مباحثات میں سرکاری مدد لینا اور ایسی امداد کا عوضانہ دینا وغیرہ ایسے ایسے کام کلیسیا میں بہت ہونے لگے گئے۔"

(A Short History of the Christian Church P. 265-266)

آگے چل کر یہی مؤرخ بیان کرتا ہے کہ ایسی صورت حال پیدا ہو جانے کے نتیجہ میں کلیسیا کے اندر توہمات نے جنم لینا شروع کر دیا۔ چنانچہ لکھتا ہے:۔

"جہاں کہیں انسانی روایات نے انجیل کے نور پر پردہ ڈالا اور کلیسیا دنیوی مزاج کی ہو گئی۔ وہاں توہمات بڑھتے گئے اور انسان اپنے ہی وہموں کے غلام بن گئے . . . جب بہت سے نالائق اشخاص کلیسیا میں گھس گئے اور خادمانِ دین کا سادہ طرزِ رہائش جاتا رہا اور سلطنت سے تعلق پیدا ہو گیا۔ دنیا داری اور خودی بڑھ گئی تو انجیل کی سادگی کا اثر بہت کم ہو گیا۔ توہمات بڑھ گئے اور مختلف رسومات کلیسیا میں داخل ہو گئیں۔" (ایضاً صـ۲۹۷)

مسیحیت میں جھوٹے اُستاد

مذکورہ بالا خلافِ مذہب امور کسی دین میں اُسی وقت داخل و مروّج ہوتے ہیں جب اس کے معتقم خلافِ شرع کاموں کے پھیلانے والے کھڑے ہو جائیں۔ حضرت مسیحؑ نے واضح الفاظ میں خبر دے دی تھی جسے سامنے رکھتے ہوئے مقدس پطرس نے قبل از وقت کھلے طور پر اعلان کیا کہ:۔

"جس طرح اُس اُمت میں جھوٹے نبی بھی تھے اسی طرح تم میں بھی جھوٹے اُستاد ہوں گے جو پوشیدہ طور پر ہلاک کرنے والی بدعتیں نکالیں گے اور اس مالک کا انکار کریں گے جس نے انہیں مول لیا تھا اور اپنے آپکو جلد ہلاکت میں ڈالیں گے ۔ اور بہتیرے ان کی شہوت پرستی کی پیروی کریں گے جن کے سبب سے راہِ حق کی بدنامی ہو گی اور وہ لالچ سے باتیں بنا کر تم کو اپنے نفع کا سبب ٹھہرائیں گے۔" (۲-پطرس ۲/۱-۳)

اسی طرح ایک خط بنام تمیتھیس میں مرقوم ہے:۔

"روح صاف فرماتا ہے کہ آئندہ زمانوں میں بعض لوگ گمراہ کرنے والی

رُوحوں اور شیاطین کی تعلیموں کی طرف متوجہ ہو کر ایمان سے برگشتہ ہو جائیں گے۔ یہ اُن جھوٹے آدمیوں کی ریاکاری کے باعث ہوگا جن کا دل گویا گرم لوہے سے داغا گیا ہے۔" (۱-تیمتھیس ۴/۱-۲)

حضرت مسیح کا واضح ارشاد

اس بارے میں دیگر تشریحات اور تفصیلی بیانات کی اصل بنیاد اور اساس خود حضرت مسیح علیہ السلام کا اپنا ایک قول ہے۔ آپ بطور پیشگوئی فرماتے ہیں:-

"تم سب ٹھوکر کھاؤ گے کیونکہ لکھا ہے کہ میں چرواہے کو ماروں گا اور بھیڑیں پراگندہ ہو جائیں گی۔" (مرقس ۱۴/۲۷)

مریم پرستی کی ابتداء

ہم مسلمان اس بات پر کامل ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ نے خود ہرگز اپنی یا اپنی والدہ حضرت مریم کی پرستش کی تعلیم نہیں دی بلکہ "وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ" کے مطابق یہ عقیدہ اُن کی زندگی کے بعد مروج ہوا۔ البتہ آیت سے ثابت ہے کہ قرآن کریم کے نزول سے پہلے عیسائیوں میں یہ عقیدہ رائج ہو چکا تھا "تواریخ مسیحی کلیسیا" میں قرآن کریم کے بیان کا پس منظر اور مریم پرستی کی ابتداء سے متعلق لکھا ہے کہ:-

" چوتھی صدی میں مقدسہ مریم کی پرستش شروع ہو گئی۔ پانچویں صدی میں یوٹیکین اور نسطورین مباحثوں میں یہ پرستش اور بھی عروج پا گئی مگر پہلی تین صدیوں میں اس بات کا کہیں ذکر تک نہیں پایا جاتا چھٹی صدی میں مقدسہ مریم اور اس کی گود میں بچے کی تصویریں گرجوں میں لگنی شروع ہو گئیں۔ شروع میں نیت تو اچھی تھی کہ ایسی تصاویر سے جاہل تعلیم حاصل کریں مگر رفتہ رفتہ اُن تصویروں کے آگے سجدہ ہونے لگا۔ پہلے پہل انطاکیہ کے پیٹریارک نے مقدسہ مریم کا نام کلیسیا کی نماز کی کتاب میں درج کیا۔ اُس وقت سے اس بات کی قدر و منزلت یہاں تک بڑھ گئی کہ ساتویں صدی میں محمد صاحب نے سمجھا کہ ثالوث مقدس جس کی پرستش مسیحی کرتے ہیں وہ باپ بیٹا اور مقدسہ مریم ہیں۔" (تواریخ مسیحی کلیسیا ص ۲۹۹ از علامہ برکت اللہ صاحب ایم۔اے۔ایف۔آر۔اے۔ایس)

ناکام تردید

اگرچہ بعض عیسائی پادری مریم پرستی کی بھی تردید کرتے رہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ عوام الناس عیسائیوں میں اُس وقت اِس قدر جاگزیں ہو چکا تھا کہ اس کے خلاف ہر کوشش رائگاں ثابت ہوئی۔ چنانچہ تاریخ میں لکھا ہے :-

"ہیلویڈیس (Helvidius) نے مقدسہ مریم کی پرستش کی سخت مخالفت کی۔ ان کے علاوہ اوروں نے بھی ان توہمات کے خلاف بہت کچھ کہا سنا۔ لیکن کسی نے ان کی چال بکار کی پرواہ نہ کی۔" (الفاً صفحہ ۲)

تھیوٹوکس (THEOTOKOS) کا لقب

اِس ناکامی کی وجہ صرف اور صرف یہی تھی کہ مریم پرستی کا توہمانہ عقیدہ عیسائیت میں راسخ ہو چکا تھا چنانچہ تاریخوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے بہت پہلے مریم پرستی مستحکم ہو چکی تھی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اس وقت کلیسیا میں مریم کی نسبت عام بزرگ تھیوٹوکس (Theotokos) کا لقب عام استعمال کرتے تھے جس کے معنے ہیں "خدا کی ماں"۔ چنانچہ جب کبھی کسی خدا رسیدہ بزرگ نے مریم پرستی کے غلط عقیدہ اور اس لقب کے خلاف آواز اٹھائی اُسے

مُنہ کی کھانی پڑی۔ تاریخ میں ایک پاکیزہ خیال اور نیک فطرت درویش (MONK) "نسطوریس (Nostorius) کا ذکر ملتا ہے جو "بدعتوں کا سخت مخالف" تھا۔ ۴۲۸ء میں شہنشاہ تھیوڈوسیس نے اس کو قسطنطنیہ کا پیٹریارک مقرر کیا۔ اُسی نے غلط عقائد کے قلع قمع کی خاطر ایک مہم چلائی۔ کئی بزرگ اس کے ساتھ مل کر حق و صداقت کے لئے لڑنے لگے۔ چنانچہ نسطوریس کے ایک دوست انطاکیہ کے پریسبٹر اناس ٹیلیس (Anastasius) کے متعلق لکھا ہے کہ :-

"کسی موقعہ پر اُس نے اپنے وعظ میں اس طرح بیان کیا کہ مریم کو خدا کی ماں (Theotokos) جیسا کہ بعض کہتے ہیں ہرگز نہ کہنا چاہیئے۔ اس کو مسیح کی ماں کہنا چاہیئے۔ کیونکہ خدا نہ پیدا ہوتا ہے نہ مرتا ہے۔ مریم صرف انسان تھی انسان سے انسان ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ لہذا جو مریم سے پیدا ہوا وہ ابنِ آدم ہی ہے۔ تھیوٹوکس (Theotokos) یعنی خدا کی ماں کا خطاب مریم کی عزت و وقعت کو بہت بڑھاتا ہے۔ چونکہ تھیوٹوکس کا لقب مقدسہ مریم کے واسطے عام طور پر اور بکثرت

مستعمل تھا۔ سو کئی مسیحیوں نے
اس وعظ پر اعتراض کیا۔ اس لفظ کو
اتھاناسیس اور یجن یازلی جیسے
بزرگ استعمال کر چکے تھے۔"
(تواریخ مسیحی کلیسیا صفحہ ۲۶۷-۲۶۸)

اس کے بعد ذکر کیا ہے کہ بہت سے درویش اس نسطوریس وعظ کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ تاہم نسطوریس نے سرکاری مدد سے ان درویشوں کو خوب پٹوایا۔

منظم مخالفت اور کاتھولک عقیدہ

آج کا پروٹسٹنٹ عیسائی بے شک مریم پرستی پر تعجب کرتے ہوئے قرآنی بیان دیکھ کر حیران ہے لیکن قدیم عیسائی اس حقیقت سے خوب آگاہ بلکہ اس پر کاربند تھے۔ چنانچہ کاتھولک عقیدہ کے ہمنوا بدعتیوں کے اس عظیم مخالف یعنی نسطوریس (Patriarce Nostorius) کو خود بدعتی قرار دیتے ہیں۔ پادری سی۔ دلت صاحب کی مشہور "بدعتی تعلیم" کا اردو ترجمہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور نے نظر ثانی کر کے ۱۹۲۲ء میں دوسری مرتبہ شائع کرایا تو اس میں چوتھی صدی کے بدعتیوں کے ضمن میں لکھا ہے کہ:-

"اسی صدی میں قسطنطنیہ کے
پیٹریارک نسطوریس نے یسوع مسیح
میں الٰہی اور انسانی ذات کے
اجتماع کا انکار کر کے یہ دعویٰ کیا کہ
یسوع مسیح میں دو مختلف اقنوم ہیں
اور نیز مبارک کنواری مریم "خدا
کی ماں" نہیں ہے۔ افسس کی
مجلس نے اس تعلیم کو غلط اور اس کو
بدعتی ٹھہرایا۔" (صفحہ ۱۱)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۸ پر ایک سوال اٹھا کر جواب میں مذکورہ بالا عقیدہ کی وضاحت کی گئی ہے۔ ذیل میں وہ سوال مع جواب درج ہے:-

"س۔ کیا مبارک کنواری مریم
سچ مچ اور درحقیقت خدا کی
ماں ہے؟
ج۔ ہاں وہ خدا کی ماں ہے کیونکہ
مریم نے اس کو جو خدا کا بیٹا اور خدا
ہے یعنی ہمارے خداوند یسوع مسیح
کو حمل میں رکھا اور جنا۔ مسیح میں دو
مختلف ذاتیں ہیں یعنی الٰہی اور
انسانی۔ اور گو مبارک کنواری مریم
نے کسی طرح سے بھی الٰہی ذات کو
حمل میں نہیں رکھا یا جنا تاہم دونوں
ذاتیں ایک ہی اقنوم میں پورے
طور پر متحد ہیں اور وہ اقنوم خدا
ہے۔ اس واسطے وہ جس نے اس کو
جنا ضرور ہی خدا کی ماں ہوئی جس
سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو کوئی یہ اقرار

کرتا ہے کہ یسوع مسیح سچا خدا ہے
اس کو یہ بھی اقرار کرنا پڑتا ہے
کہ اس کی ماں خدا کی ماں ہے۔"

اس عقیدہ کی قدامت

کاتھولک عقیدہ کے مطابق مسیحی کلیسیا ابتدا سے مریم کو اس لقب یعنی تھیوٹوکس (Theotokos) سے یاد کرتی چلی آرہی ہے۔ البتہ اس کے خلاف بعض بدعتی لوگ ہمیشہ غلط طور پر آواز بلند کرتے رہے ہیں۔ اس ضمن میں "بحثی تعلیم" کے اندر ایک اور اہم سوال اٹھا کر اس کا بھی جواب دیا گیا ہے:۔

"س۔ کیا خدا کی ماں کا خطاب ہمیشہ
سے کلیسیا میں استعمال ہوتا
چلا آیا ہے؟

ج۔ ہاں شروع سے چلا آتا ہے۔
یہ خطاب بہت سے قدیم مقدس
مؤرخوں کی تحریروں میں ملتا ہے۔
مثلاً اوریجنس سکندریہ، مقدس
دیونسیوس، مقدس اتھاناسیس،
مقدس باذل، مقدس گریگوری نیز
یا تریتوس وغیرہ کی تحریروں میں
ملتا ہے۔ بدعتی نسطوریس نے سب سے
پہلے پانچویں صدی میں اس کے بارہ
میں جھگڑا کیا۔ تھیوڈورس جو کہ
نسطوریوس کے دوستوں اور
ساتھیوں میں سے تھا بڑی صفائی
سے اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ
کاتھولک ایمان کے نہایت قدیم
ہادیانِ دین نے رسولوں کی روایت
کے موافق تعلیم دی ہے کہ خداوند
کی ماں کی بطور خدا کی ماں کے
تعظیم کرنی چاہیئے۔ چوتھی صدی میں
شہنشاہ جولین (جو مرتد کہلاتا ہے)
بطور طعن مسیحیوں سے مخاطب ہوتا
تھا کہ "تم ہمیشہ مریم کو خدا کی ماں
کہتے ہو" (بحثی تعلیم صفحہ ۱۸۵)

اسی طرح ایک اور مشہور عالم مونس جی گاؤم صاحب (Mons G. Gaume) کی کتاب کا اردو ترجمہ بنام "استقلالی تعلیم" سنہ ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا۔ اس میں لکھا ہے:۔

"آٹھویں دسمبر کو ہم مبارک کنواری
مریم کے بے داغ اپنی ماں کے
پیٹ میں پڑنے کی عید مناتے ہیں۔
چونکہ مبارک کنواری کو خدا کی ماں
ہونا تھا اس لئے وہ موروثی گناہ
سے مبرا رکھی گئی" (صفحہ ۵۱)

میریولیٹری (MARIOLATRY) کا رواج

جب حضرت مریم کو پورے زور شور کے ساتھ خدا کی ماں قرار دیدیا گیا تو لازمی بات تھی کہ اس کی

خدا کی طرح ہی تعظیم و تکریم کی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی یہ لکھتے ہیں کہ:۔

"ہم اپنے خداوند کی ماں کی تب
ہی زیادہ عزت کریں گے جب کہ ہم
اس کی وہ عزت کریں جو کہ خود خداوند
کے لئے کرنی مناسب ہے۔"
(بحثی تعلیم ص۱۸۵)

اب یہ بات کھُل کر سامنے آ گئی کہ عیسائیوں کے نزدیک مریم کی پرستش اور اس کی عزت و تکریم خداوند کے برابر اور اسی نہج پر لازم ہے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عیسائی خداوند کو خدا یقین کرتے ہیں اور اسی وجہ سے اس کی پرستش اور انتہائی عزت و تکریم کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے نہایت عمدہ پیرایہ میں اس کی تردید کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بریت کی ہے۔

ابتدائی عیسائیوں میں کئی فرقے اٹھے جن میں سے ایک اہم فرقہ ناستک ازم ہے اور جس طرح ہر فرقہ کے مخصوص عقائد کسی نہ کسی حد تک مؤثر ہوتے ہیں اسی طرح اس فرقہ نے بھی عالم عیسائیت پر اپنا اثر کیا۔ مصنف تواریخ مسیحی کلیسیا رقمطراز ہے:۔

"ناستک ازم کے ذریعہ کلیسیا میں
دو باتوں کا رواج ہو گیا۔
الف۔ فقیرانہ یا راہبانہ زندگی
مسیحی گوشت، شراب اور شادی
سے پرہیز کرنے لگے۔
ب۔ لوگ میریولیٹری
(Mariolatry) یعنی مقدسہ مریم
کی پرستش کرنے لگے۔ ناستکوں نے
مذہبی قصے اور اپوکریفل اناجیل
لکھی تھیں جن سے آہستہ آہستہ
میریولیٹری ترقی کر گئی۔"
(تواریخ مسیحی کلیسیا ص۱۳۶ طبع سوم)

مزید تین حوالے

قرآنی بیان کی صداقت اور عیسائیوں میں مریم پرستی کے ثبوت کے لئے دیگر بے شمار حوالہ جات میں سے تین مزید ملاحظہ فرمائیے۔ عیسائیوں نے اسلام کے خلاف ایک پاکٹ بک بنام "مسیحی حربہ" شائع کی ہے اس کا مؤلف لکھتا ہے:۔

"بعض بدعتی مسیحی فرقے مبارک
مریم کو آسمانی ملکہ کہتے تھے اور
اس کے آگے قربانیاں چڑھاتے تھے
اسی زمانے میں مریم کو بعض تھیوٹاکس
یعنی والدہ خدا کہنے لگے۔"
(مسیحی حربہ ص۲۵-۲۶ حاشیہ)

اسی طرح تاریخ کی ایک اور کتاب میں مشہور مسیحی فاضل جناب پادری ایس۔ ایم۔ پال صاحب لکھتے ہیں:۔

"انہیں فرقوں میں سے ایک اور
فرقہ تھا جس کو نطاثریسین

(Collyridians) کہتے تھے۔ یہ فرقہ مریم مقدسہ کی بے حد عزت و تعظیم کرتا تھا۔ طرح طرح کی قربانیاں ادا کرتے تھے جن میں سے فطیر کی قربانی بے حد مشہور ہے۔ اس لئے اس کا نام فطاریہ پڑ گیا۔ ان کا ذکر ابن بطریق مریمیہ اور بربرینہ کے نام سے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ

"خدا کے علاوہ مسیح اور اس کی ماں خدا تھے" سورۃ المائدہ میں اسی فرقہ کی طرف اشارہ ہے کہ اتخذونی وامی الٰہین"

(عربستان میں مسیحیت صفحہ ۱۲۶)

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور کی شائع کردہ کتاب "حقائق بائبل وبدعاتِ روما" از پادری ایچ۔ ایس۔ نزبٹ صاحب کے صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے۔

"س۔ مریم پرستی کی نسبت ہم اور کیا کہیں؟ رومی شہروں اور گرجوں میں بہت جگہ مریم کی مورت دیکھی جاتی ہے حالانکہ خدا نے فرمایا ہے کہ "تو اپنے لئے کوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا پانی میں جو زمین کے نیچے ہے مت بنا۔ تو ان کے آگے اپنے تئیں مت جھکا اور نہ ان کی عبادت کر کیونکہ میں تیرا خدا غیور خدا ہوں" (خروج ۲۰/۵-۴)"

(The Bible and Roman Catholic Heresies P. 29)

حرفِ آخر اس بحث سے یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ قرآنی بیان بالکل برحق ہے عیسائی فی الواقع مریم کی بھی عبادت کرتے تھے۔ اسلام نے یہ نہیں کہا کہ حضرت مسیح نے خود پرستش مریم کی تعلیم دی بلکہ یہ کہا کہ ایسا انکی وفات کے بعد ظہور میں آیا جس کا انہیں علم تک بھی نہیں۔ ہماری بحث کا تعلق بھی اس امر سے ہرگز نہیں کہ مریم واقعتاً پرستش کے لائق ہیں یا درحقیقت انکی پرستش کا حکم دیا گیا ہے بلکہ ہمارا مدعا یہی ہے کہ مسیح کے بعد جس طرح دیگر بے شمار غلط عقائد، باطل رسوم اور خلافِ حق امور دینِ مسیحی میں در آئے اسی طرح مریم کی پرستش کا خیال پیدا ہو کر مسیحی کلیسیا میں تقویت پکڑ گیا اور پھر ایک دَور ایسا بھی آیا کہ جب اس باطل عقیدہ کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز نہ صرف مخالفت مول لیتی بلکہ سختی سے کچل دی جاتی اور اسکے اٹھانے والے بدعتی کہلاتے۔ (بحوالہ مسیحی تعلیم ص۱۱۱)

ہم نے اس مضمون میں جو کچھ لکھا ہے وہ خود مسیحی تحریرات کی روشنی میں لکھا ہے اسلئے "ہم اور باتیں تمہیں نہیں لکھتے سوا انکے جنہیں تم پڑھتے یا مانتے ہو اور مجھے امید ہے کہ آخر تک مانتے رہو گے" (۲-کرنتھیوں ۱/۱۳) پس اے مسیحی دوستو! "سب باتوں کو آزماؤ جو اچھی ہو اسے پکڑے رہو۔ ہر قسم کی بدی سے بچے رہو" (۱-تھسلنیکیوں ۵/۲۱-۲۲) [illegible] (یوحنا) وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

سوالات اور جوابات!

س ۱۔ اسلام میں خارق عادت معجزہ کا کیا مقام ہے؟ اس بات کا خیال رکھیے گا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرما چکا ہے کہ "پاک ہے میرا رب اس سے کہ وہ اپنی سنت کے خلاف کرے۔" (بنی اسرائیل ع ۳) سنت سے مراد قوانین قدرت ہیں۔ (یسین کراچی)

الجواب۔ سنت، قانون اور عادت اللہ سے عرف عام میں وہ طریق سمجھا جاتا ہے جو ہمارے مشاہدہ میں عموماً آتا ہے۔ آگ جلاتی ہے۔ پانی آگ کو بجھاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے اسلئے یہ سنت اللہ ہے، خدا کا قانون ہے۔ اگر کبھی کسی جگہ فی الواقع ایسا ہو کہ آگ موجود ہے مگر وہ جلاتی نہیں۔ خدا کا ایک نبی آگ میں ڈال دیا جاتا ہے مگر آگ اسے بھسم نہیں کرتی تو اسے عام عادت کے خلاف یا خرق عادت کہیں گے مگر یہ نہیں کہ یہ قانون الٰہی کے خلاف ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ خواص اشیاء اور ان کے اظہار کے لئے عام اور خاص قانونِ الٰہی کا احاطہ انسان نہیں کر سکتا۔ انسان کا علم محدود ہے۔ وہ عمومی تجربہ و مشاہدہ سے ایک علم حاصل کرتا ہے اور اسے سنت اللہ قرار دیتا ہے۔ یہ بات اس حد تک درست ہے کہ اگر اس تجربہ کے خلاف اللہ تعالیٰ کے قول اور فعل سے کوئی بات ثابت نہ ہو تو وہی عام سنت اللہ ہوگی۔ لیکن اگر اس کے علاوہ اور کوئی صورت اللہ تعالیٰ کے فعل سے پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے تو اسے سنت اللہ کے خلاف نہ کہا جائے گا بلکہ اسے عام سنت اللہ کے ساتھ ساتھ خاص سنت اللہ قرار دیا جائیگا۔ پس درحقیقت سنت اللہ میں کوئی تخلف لازم نہیں آیا صرف ہمارے علم میں اضافہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ کہ انسانوں کو اتنا ہی علم حاصل ہوتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

پس سنت اللہ تو نہیں بدلتی لیکن انسان کے علم میں اضافہ ضرور ہوتا رہتا ہے۔ اس اضافہ کو خرق عادت بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے انبیاء علیہم السلام کے معجزات خارق عادت ہوتے ہیں۔ معجزات کا وجود برحق ہے۔

س ۲۔ قسمت کیا چیز ہے؟ دولت کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے کس قانون کے ماتحت کی ہے؟ بعض لوگ دنیا میں کافی جدوجہد کے باوجود رزق کی تنگی سے دوچار رہتے ہیں لیکن بعض لوگ

معمولی جد و جہد سے رزق کی فراوانی حاصل کر لیتے ہیں یا ان کو ورثے میں ہی فراوانی مل جاتی ہے۔ (" ")

الجواب۔ قسمت اس تقدیر کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لئے استعدادوں، قوتوں اور مستقبل کے بارے میں مال و دولت کے لحاظ سے مقدر کی جاتی ہے۔ اصل لفظ اس کے لئے تقدیر یا قدر مقرر ہے۔ استعدادوں اور دولت کی ابتدائی تقسیم خدا تعالیٰ کے رحمانیت کے قانون کے ماتحت ہوتی ہے اس میں انسان کے عمل یا اس کی کوشش کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس کے بعد دوسرا قانون جو رحیمیت کے ماتحت ہوتا ہے وہ جاری ہوتا ہے جس میں انسان کی صحیح محنت اور درست کوشش کے نتیجہ میں اسے مال و دولت اور دیگر ترقیات نصیب ہوتی ہیں۔ اس مرحلہ پر استعدادوں سے کام نہ لینے والے یا ان کا غلط استعمال کرنیوالے ناکام رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے وسیع علم اور اسکی بے انتہا قدرتوں سے انسان استفادہ کرتے ہیں اور بعض نادرست اعمال اور غلط تدابیر کے نتیجہ میں محروم رہتے ہیں۔ نیتوں اور دلی خیالات کا بھی انسان کے مستقبل پر اثر پڑتا ہے۔ بہر حال یہ ہر انسان کا اپنے رب سے براہِ راست وسیع تعلق ہے۔ باقی دنیا میں دولت ہی اصل چیز نہیں وہ تو مقصود کے حصول کا ایک ذریعہ بن سکتی ہے۔ انسان کی انسانیت اس کے اخلاق، کردار اور بلند احساسات سے ممتاز ہوتی ہے۔

س ۳۔ قرآن شریف میں ایک جگہ تو سورہ اعراف میں آتا ہے کہ اے بنی آدم! جب کبھی بھی تمہارے پاس میرے رسول آئیں تو انہیں مان لیں۔ لیکن دوسری جگہ آتا ہے وجعلنا فی ذرّیته النبوّۃ یعنی حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں ہم نے نبوت رکھ دی۔ پھر ایک اور جگہ آیا ہے کہ ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کی ذریت میں نبوت رکھ دی۔ یہ تناقض معلوم ہوتا ہے اسے واضح فرمائیں۔

(مرزا جان عالم بیگ)

الجواب۔ اسلام سے پہلے نبی ایک ایک قوم کی طرف آتے تھے اسلئے مختلف قوموں کو اپنے اپنے نبی کے ماننے کی طرف توجہ دلائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت عالمین کے لئے ہے اسلئے ساری دنیا کو آپؐ پر ایمان لانے کی ہدایت فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کے مظہر اور اُمتی نبی بھی سارے لوگوں کے لئے ہوں گے۔

قرآن مجید نے جب فرما دیا ولقد بعثنا فی کلّ اُمّةٍ رسولًا ان اعبدوا اللّٰہ واجتنبوا الطاغوت یعنی ہم نے ہر اُمت میں رسول بھیجے ہیں۔ گویا سب اُمتوں اور نسلوں میں نبی آچکے ہیں ہاں مختلف ادوار ہوتے ہیں۔ نوحؑ کے بعد ان کی اُمت کے لئے ان کی ذریت میں سے اور ابراہیمؑ کے بعد انکی اولاد میں سے نبیوں کا آنا مقدر ہُوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کی اُمّت "روحانی ذریت کو اس نعمت سے

نعت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

"دردلم جوشد ثنائے سرورے"

(محترم جناب چودھری شبیر احمد صاحب بی۔اے، وکیل المال)

{سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فارسی نعت جو مذکورہ بالا مصرع سے شروع ہوتی ہے' کے ابتدائی ۱۹ اشعار کا منظوم ترجمہ بزبان اردو۔ ترجمہ لفظ بلفظ نہیں بلکہ آزاد ہے۔}

دل ہے محوِ حمدِ آقائے جلیل — حسن میں کوئی نہیں جس کا مثیل

اے کہ جو یارِ ازل پر ہے نثار — روح کو جس کی میسّر وصلِ یار

کیا عجب ہے شان اس مجذوب کی — جو پلا آغوش میں محبوب کی

نیکیوں کا ہے وہ بحرِ لازوال — خوبیوں کا ایک دُرِّ بے مثال

بخششیں جسکی بہاروں کے سحاب — فیض پہنچانے میں ہے جو آفتاب

اے رحیم و رحمتِ حق کے نشاں — اے کریم و برکتِ حق کے نشاں

تیرے چہرے کا جمالِ دلنشیں — ذرّہ ذرّہ کے لئے حسن آفریں

وہ دلِ روشن کہ جس کے نُور سے — سینکڑوں تاریک دل انجم بنے

دم قدم تیرا ہے برکت آفریں

تیری ہستی رحمۃٌ للعٰلمین

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ایک لطیف مجلس!

"زمینی حکومتیں سچ بولنے پر تعزیریں قائم کرتی ہیں لیکن آسمانی حکومت کے سامنے سچ بولنے والا عزّت کے ساتھ بَری کیا جاتا ہے"

(محترم جناب چودھری عبد السّلام صاحب اختر ایم۔اے)

سُنو اِک اَور قولِ مہدیٔ موعودِ ربّانی
کہ مہر و ماہ سے برتر ہے نورِ حق کی تابانی

یہ افسانہ نہیں یہ علم و عرفاں کی حکایت ہے
امام الدین صاحب سیکھوانی کی روایت[1] ہے

کہ اِک دن مہدیٔ آخر زماں تشریف رکھتے تھے
سرِ محفل برنگِ دوستاں تشریف رکھتے تھے

قریب و دُور کے احباب تھے موجود مجلس میں
بہت سے معتقد اصحاب تھے موجود مجلس میں

خلوص و صدق سے لبریز تھے روحوں کے پیمانے
شریکِ بزم بیٹھے تھے لئے آنکھوں میں پیمانے

تھا موضوعِ سخن کچھ حال آئینِ عدالت کا
عدالت اور پھر اُسکے رُوبرو "قولِ صداقت" کا

---

[1] سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۲۵

سُناتے جا رہے تھے دوست اپنے عہد کی باتیں
نظامِ عدل کے بارے میں "اہلِ عدل" کی گھاتیں
سمٹ آیا۔ رُخِ انور پہ رنگِ عالمِ بالا
خدا کا پاک بندہ۔ سُن کے سب کچھ یوں ہُوا گویا
کہ ہے خود نفسِ امّارہ۔ نمودِ کجکلاہی میں
یہی ہے فرق دُنیا۔ اور دربارِ الٰہی میں
یہاں انسان سچ کہنے سے اکثر خوف کھاتا ہے
غلط گوئی سے لیکر کام۔ گاہے بچ بھی جاتا ہے
مگر اِس کجروی سے بول۔ بالا۔ ہو نہیں سکتا
چراغِ حق کے بُجھنے سے اُجالا ہو نہیں سکتا
سعادت فطرتِ انساں کی ظلمت سہہ نہیں سکتی
ہمیشہ کے لئے گنگا بھی اُلٹی بہہ نہیں سکتی
کچھ اور عالم ہے لیکن تختِ حق کی کبریائی کا
وہاں پر چل نہیں سکتا۔ مُلمّع خود نمائی کا
یہاں سچ بولنے پر ہیں جو تعزیریں ہی تعزیریں
وہاں سچ کے نتیجے میں ہیں تنویریں ہی تنویریں
"وہاں قدرت۔ یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے
کوئی جو پاک دل ہووے۔ دل و جاں اس پہ قرباں ہے"

"گر آں چیزے کہ می بینم عزیزاں نیز دیدندے
ز دُنیا توبہ کردندے بچشمِ زار و خونبارے"

ہمارا کام ہے تبلیغِ دینِ مصطفویؐ

(محترم جناب مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری ایم۔اے)

رضائے حق پہ لُٹا کر ہر اک خوشی ہم نے
تمام زندگی اپنی سنوار لی ہم نے

اُسی کی یاد کے دل میں دیئے رہے روشن
اُسی کے نور سے پائی ہے روشنی ہم نے

جلا جلا کے چراغِ دلِ حزیں اپنا
دلوں سے اور دلوں کی دُور تیرگی ہم نے

ہمارا کام ہے تبلیغِ دینِ مصطفویؐ
ہمیشہ رکھا ہے مدِّ نظر یہی ہم نے

تمام دُنیا میں قرآن کی اشاعت ہو
ہے کی اِسی لئے وقفِ زندگی ہم نے

فقط صلیب پہ تھا جن کا انحصارِ نجات
صلیب اُن کی دلائل سے توڑ دی ہم نے

بنا کے مسجدیں یورپ میں اہلِ یورپ کو
دِکھا دی دینِ محمدؐ کی برتری ہم نے

رہا زبان پہ قولِ سدید و صدقِ سداد
نہ کی کسی سے کوئی بات دو رُخی ہم نے

ہر اک سے مہر و محبت ہمارا مسلک ہے
دیا ہے دنیا کو پیغامِ آشتی ہم نے

بدی کا بدلہ ہمیشہ دیا ہے نیکی سے
کبھی کسی سے نہ کی کوئی دشمنی ہم نے

تمہیں خبر بھی ہے اے ساکنانِ خطۂ خاک
تمہارے واسطے کیا کیا بلا سہی ہم نے

ستایا اہلِ جہاں نے ہمیں تو کیا غم ہے
جہاں کی زلف تو آخر سنوار دی ہم نے

الٰہی شکر ہے تیرا کہ تیرے دیں کے لئے
تمام عمر خوشی سے گزار دی ہم نے

ہمیشہ فضل نے تیرے ہمارا ساتھ دیا ہمیشہ گود میں تیری پناہ لی ہم نے

ہزار شکر ہے تیرا کہ تیری دنیا میں نہیں دکھایا کسی کا بھی دل کبھی ہم نے

تری تلاش میں پایا جسے بھی سرگرداں خلوصِ قلب سے کی اسکی رہبری ہم نے

قبول کر کے تری رہ میں موت کو اک بار ہزار مرتبہ پائی ہے زندگی ہم نے

عجیب شے ہے یہ تیری رضا بھی جس کے لئے تمام دنیا سے لی مول دشمنی ہم نے

رسولِ بطحا جو پیغام لے کے آئے تھے سنایا اہلِ جہاں کو ہے بس وہی ہم نے

اسی کتابِ مبیں کو جہاں میں پھیلایا اسی کی کی ہے دل وجاں سے پیروی ہم نے

مسیح و مہدیٔ دوراں کا ہو چکا ہے نزول منادی اس کی ہے سارے جہاں میں کی ہم نے

بروز و ظلّ و خلیفہ ہیں وہ محمدؐ کے انہیں سے سیکھی ہے شرعِ محمدی ہم نے

وہی خدا وہی قرآں اور وہی کلمہ نہیں بنائی ہے امت کوئی نئی ہم نے

جہاں میں دیں کی اشاعت ہم نے کی بیشک یہ کام کرنا بہت اور ہے ابھی ہم نے

ہر ایک ملک میں لہرا کے پرچمِ اسلام ہر ایک قوم کی کرنی ہے رہبری ہم نے

خدائے واحد و یکتا سے آشنا کر کے انہیں سکھانے ہیں آدابِ بندگی ہم نے

وفا و مہر سے نا آشنا ہیں جو صدیق

نبھائی ان سے بھی دنیا میں دوستی ہم نے

دکھادے الٰہی مدینے کی بستی

(جناب حافظ سلیم احمد صاحب اٹاوی)

ہو نبیوں کا ہمسر غلامِ محمدؐ　　　ہے کس درجہ اونچا مقامِ محمدؐ

نبوت ملی اس کے ایک اُمتی کو　　　یہی تو ہے فیضِ دوامِ محمدؐ

وہی آگیا جس کی دی تھی بشارت　　　اسی کے لئے تھا سلامِ محمدؐ

محمدؐ کی ہر بات ہے ایک آیت　　　پیامِ خدا ہے پیامِ محمدؐ

درود و سلام اس پہ خالق نے بھیجا　　　زہے رتبۂ احترامِ محمدؐ

ہوئیں مشکلیں میری حل ایک پل میں　　　لیا میں نے جس وقت نامِ محمدؐ

رہا مست و مخمور محشر تلک وہ　　　پیا جس نے اِک بار جامِ محمدؐ

ہوئے جس سے صد سالہ مُردے بھی زندہ　　　وہ آبِ بقا ہے کلامِ محمدؐ

دکھادے الٰہی مدینے کی بستی

جہاں روز و شب تھا قیامِ محمدؐ

قطعات

(۱)

خدایا دے مجھے دولت تُو اتنی
لُٹاؤں تیری رہ میں نوٹ گِنتی
الٰہی لا تعذّبنی فانّی
مُقِرٌّ بالخطا قد کان مِنّی

(۲)

جو شخص یہ چاہے رہے دل کا نہ گندا
واجب ہے کہ دیتا رہے ہر ماہ وہ چندہ
یہ نیک عمل وہ ہے جسے کرنے سے آخر
بن جائے گا اللہ کا محبوب وہ بندہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پنڈت لیکھرام کے سلام کرنے کا واقعہ

وضاحت اور تطبیق

امریکہ سے محترم ڈاکٹر قاضی محمد برکت اللہ صاحب ایم۔اے نے پنڈت لیکھرام کے سلام کرنے کے واقعہ کی مشہور روایت کے سلسلہ میں (جو ایک نظم کی صورت میں الفرقان میں بھی شائع ہو چکا ہے) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ ذیل مندرجہ حقیقۃ الوحی مطبوعہ ۱۹۰۷ء کی طرف توجہ دلائی ہے۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:-

"وہ (لیکھرام) ایک مرتبہ اپنے قتل کے جانے سے ایک برس پہلے لاہور کے اسٹیشن پر ایک چھوٹی سی مسجد میں مجھے ملا اور میں وضو کر رہا تھا اور وہ نمستے کر کے چند منٹ کھڑا رہا اور پھر چلا گیا۔ مجھے افسوس ہے کہ اُس وقت نماز کی وجہ سے مَیں اُس سے بات نہ کر سکا۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸۸-۲۸۹)

اس حصہ بیان میں اختصار اور اجمال ہے۔ مشہور روایت میں ذکر ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک ساتھی کے توجہ دلانے پر لیکھرام کے جانے کے بعد فرمایا تھا کہ:-

"ہمارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے۔" (سیرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۲۴۲ طبع دوم)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی مرحوم رضی اللہ عنہ سیرۃ المہدی کی اس روایت کے راوی ہیں انہوں نے اپنی مشہور کتاب سیرت مسیح موعود میں مفصل واقعہ یوں تحریر فرمایا ہے کہ:-

"ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ فیروزپور سے قادیان آ رہے تھے ان ایام میں حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم فیروزپور میں مقیم تھے اور اس تقریب پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہاں گئے ہوئے تھے۔ خاکسار عرفانی کو (جو ان ایام میں محکمہ نہر میں امیدوار ضلعداری تھا اور رکھا تو اسی میں حافظ محمد یوسف ضلعدار کے ساتھ رہ کر کام سیکھتا

(ج) پنڈت لیکھرام کے چلے جانے کے بعد بلکہ
غالباً نماز سے فراغت کے بعد حضور
علیہ السلام کے کسی صحابی کے اس ذکر پر کہ
حضور! لیکھرام آیا تھا اور سلام کرتا
تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عشقِ
رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبا ہوا اور
غیرتِ دینی کا زریں شاہکار فقرہ فرمایا کہ:-

"ہمارے آقا کو گالیاں دیتا
ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے۔"

ان بیانات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کی تحریر مندرجہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸۸-۲۸۹ اور
مشہور روایت میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ روایت
میں جس ارشاد مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر ہے وہ نماز
سے فراغت اور لیکھرام کے چلے جانے کے بعد کا ہے۔

اب صرف یہ سوال رہ جاتا ہے کہ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام نے جو یہ فرمایا ہے کہ "مجھے
افسوس ہے کہ اُس وقت نماز کی وجہ سے میں اس
سے بات نہ کر سکا" حضورؑ اس موقعہ پر لیکھرام
سے کیا بات کرنا چاہتے تھے؟ اس کا جواب
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس مفصل عبارت
سے بالکل عیاں ہے جو حضور علیہ السلام نے ان
الفاظ کے ساتھ ہی تحریر فرمائی ہے۔ حضورؑ مئی ۱۹۰۰ء
میں تحریر فرماتے ہیں:-

"اس امر کو خدا تعالیٰ جانتا ہے
کہ مجھے کسی سے بغض نہیں ہے۔
اگرچہ میں لیکھرام کے معاملہ میں
اس بات سے تو خوش ہوں کہ
خدا تعالیٰ کی پیشگوئی پوری ہوئی
مگر دوسرے پہلو سے میں غمگین
ہوں کہ وہ عین جوانی کی حالت
میں مرا۔ اگر وہ میری طرف رجوع
کرتا تو میں اس کے لئے دعا کرتا
تا یہ بلا ٹل جاتی۔ اُس کے لئے
ضروری نہ تھا کہ بلا کے ردّ کرانے
کے لئے مسلمان ہو جاتا بلکہ صرف
اس قدر ضروری تھا کہ گالیوں
اور گندہ زبانی سے اپنے منہ
کو روک لیتا۔ اور اُس کی
طرف سے یہ صریح ظلم تھا کہ وہ
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر
کامل علم اور وسیع واقفیت کے
کاذب اور مفتری کہتا تھا اور
دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام
کو بھی گالیاں دیتا تھا اور جو خدا
کا برگزیدہ نبی ایسے وقت میں آیا
کہ جب تمام عرب اور فارس اور
شام اور روم اور تمام بلاد یورپ
مخلوق پرستی میں گرفتار تھے اور
باقرار پنڈت دیانند اُس زمانہ
میں تمام آریہ ورت بھی بُت پرستی

میں ڈوبا ہوا تھا اور کسی حصۂ زمین
میں خدا کی توحید قائم نہیں رہی تھی
اور اسی نبی نے ظاہر ہو کر توحید کو
نئے سرے قائم کیا اور زمین پر خدا
کے جلال اور عظمت کا سکہ جمایا اور
ہزار ہا نشانوں اور معجزات سے
اپنی سچائی ظاہر کی اور اب تک
اس کے معجزات ظہور میں آرہے
ہیں۔ پس کیا یہ شرافت اور تہذیب
کا طریق تھا کہ ایسے عظیم الشان نبی
کو جو خدا کے جلال کو زمین پر ظاہر
کرنے والا اور بت پرستی کو نابود
کرنے والا اور نئے سرے توحید
کو قائم کرنے والا تھا گندی گالیوں
سے یاد کیا جاوے اور کبھی بھی
بس نہ کیا جاوے؟ بازاروں میں
گالیاں دیں؟ عام مجمعوں میں گالیاں
دیں؟ ہر ایک کوچہ و گلی میں گالیاں
دیں؟ خدا غضب میں دھیما ہے
اور نہایت کریم و رحیم ہے مگر آخر
سرکش اور بے حیا کو پکڑتا ہے۔"
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸۹-۲۹۰)

گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دلی خواہش
تھی کہ پنڈت لیکھرام حضرت سید الانبیاء و
امام الاصفیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے
حق میں بدزبانی کے طریق کو ترک کر دے۔ یہی نصیحت تھی
جو یہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم بدزبان آریہ پنڈت کو
بطور خیر خواہی کرنا چاہتا تھا مگر اس کے چلے جانے کی وجہ
سے یہ صورت پیدا نہ ہوئی جس کا آپ کو افسوس ہوا اور
اسی افسوس کا آپ نے حقیقۃ الوحی کی مذکورہ بالا تحریر میں
ذکر فرمایا ہے۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی روح تو
عشق نبوی میں ایسی گداز تھی کہ آپ نے اپنی آخری
تصنیف پیغام صلح میں نہایت دردمندانہ انداز میں
تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے
بزرگ نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو
بُرے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک
تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ہیں
ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں
کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں
کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں
سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے
نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے
بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔" (صفحہ ۲۰)

اندریں حالات لیکھرام کے "نمستے" کا جواب نہ دینا کمال
غیرت دینی اور اسی عشق رسول کا نتیجہ تھا جو حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کے رگ و پے میں سرایت
کر چکا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حقیقۃ الوحی کی تحریر اور
مشہور روایت میں کوئی تخالف اور تضاد نہیں ہے۔

(بقیہ سوالات اور جوابات از ص ۳۲)

سرفراز فرمایا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و مَن یُطع اللہ و الرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصٰلحین وحسن اولٰئک رفیقاً ۵ پس کسی قسم کا تناقض نہیں ہے۔

سوال ۴ شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ پہلے نبی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا کہ میں تجھ کو امام بناتا ہوں تو معلوم ہوا کہ امام کا درجہ نبی سے کچھ اوپر ہوتا ہے (؟)

الجواب۔ اس بات کا ثبوت اس دعویٰ کے قائلین کے ذمہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ پہلے نبی بن چکے تھے آیت کریمہ واذ ابتلیٰ ابراھیم ربہٗ فاتمھن سے تو یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ لغت کی کتابوں میں امامت کے معنے نبوت کے بھی آئے ہیں۔ نبی اپنے وقت میں لوگوں کا پیشوا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے کے لحاظ سے وہ نبی ہوتا ہے۔ نبی کا لفظ نبأ سے مشتق ہے اور لوگوں کا پیشوا اور مقتدا ہونے کے لحاظ سے وہ امام ہوتا ہے، اس لحاظ سے ہر نبی امام ہوتا ہے۔ باقی لفظ امام ہر پیشرو کیلئے بھی بولا جاتا ہے خواہ وہ غیر نبی ہی ہو بلکہ کافر پیشرو کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فقاتلوا ائمۃ الکفر (توبہ ع۲) فرعونیوں کے متعلق فرمایا وجعلنٰھم ائمۃ یدعون الی النار (قصص ع۴)

سوال ۵۔ انسان گناہ سے کیوں بچے؟ حکم الٰہی اور رضاء الٰہی حاصل کرنے کے لئے۔ جہنم کی آگ کے خوف سے یا بہشت کا آرام حاصل کرنے کے لئے، سوسائٹی[۳] کے ڈر سے، اپنے نفسی[۴] فائدہ کے لئے کیونکہ بعض گناہوں سے انسان کو مالی یا نفسی نقصان ہوتا ہے۔ آخر انسان گناہ سے کیوں بچے؟" (ظفر)

الجواب۔ گناہ چونکہ گناہ ہے اسلئے اس سے بچنا چاہئے۔ گناہ ایک مہلک زہر ہے، انسان کی روح کو تباہ کر دیتا ہے، اسے اپنی زندگی کے مقصد سے دُور پھینک دیتا ہے، اسے اپنے خالق کی نگاہوں سے گرا دیتا ہے اسلئے شریف انسان کا فرض ہے کہ گناہ سے بچے۔

پہلے گناہ کی تعریف جاننی چاہیئے۔ گناہ دل کی اس بیماری کا نام ہے جو اسے راہِ حق سے بہکا دیتی ہے۔ اس کے تمام اعضاء آنکھ، ہاتھ، پاؤں وغیرہ کو غلط راستے پر ڈال دیتی ہے اسلئے گناہ سے بچنا چاہیئے۔ گناہ خدا کے حکم کی نافرمانی کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جملہ احکام انسان کے فائدہ کیلئے ہیں اسلئے ان کی نافرمانی خود انسان کے لئے مضر ثابت ہوتی ہے۔ ہاں جو شخص گناہ سے بچتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو پا لیتا ہے، جہنم کی آگ سے بچایا جاتا ہے، سوسائٹی میں باعزت اور مکرم ہوتا ہے اور اسے نفسِ مطمئنہ حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ گناہ سے بچنے والا نیکیوں کی توفیق پاتا ہے اور اسے دائمی شادمانی حاصل ہوتی ہے ٭

حَیَاۃُ اَبِی العَطاء

میری زندگی

چند منتشر یادیں!

استاذی المحترم حضرت مولوی محمد دین صاحب کا تذکرہ

گزشتہ شمارہ میں مَیں نے اپنے بعض اساتذہ کی شفقت کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مدرسہ احمدیہ میں ہمارے جملہ اساتذہ شفیق اور مہربان تھے۔ وہ طلبہ کو سلسلہ کی عظیم امانت تصور کرتے تھے۔ ان کی خواہش ہوتی تھی کہ چونکہ یہ سلسلہ کے مبلغین بننے والے ہیں اور چار دانگ عالم میں پیغام حق پہنچائیں گے اسلئے ان کی تعلیم و تربیت میں بہترین حصہ لیکر ہم ثواب میں شریک ہوں گے اور اپنے اعمال کو اعمالِ جاریہ بنا سکیں گے۔ یہی پاکیزہ خیال ہمارے اساتذہ کا نصب العین تھا۔

میرے اساتذہ میں سے ایک خاص مہربان استاد حضرت مولوی محمد دین صاحب بی اے سابق مبلغ امریکہ حال صدر صدر انجمن احمدیہ بھی ہیں (اطال اللہ بقاءہ) مجھے ان سے مدرسہ احمدیہ کی ساتویں جماعت میں بھی انگریزی کے کچھ سبق پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ پھر جب مَیں ۱۹۳۶ء میں فلسطین سے واپس آیا تو مجھے خیال ہوا کہ انگریزی کے بعض امتحان بھی پاس کرنے چاہئیں چنانچہ مَیں نے اس سال میٹرک کا امتحان دینے کا ارادہ کیا۔ حضرت مولوی صاحب موصوف ان دنوں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈماسٹر تھے اور دسویں جماعت کو انگریزی پڑھایا کرتے تھے۔ کچھ دنوں کے لئے مَیں بھی بطور سامع اس کلاس میں شامل ہوگیا۔ میٹرک کا امتحان دیا اور کامیاب ہوا۔ پھر ایف۔ اے کے امتحان میں بھی کامیابی نصیب ہوئی الحمد للہ۔ مقصد یہ تھا کہ انگریزی کے ذریعہ بھی خدمتِ دین کا کچھ موقعہ مل سکے۔

اس دوران حضرت مولوی صاحب کی شفقت کا ایک نمونہ عرض کرتا ہوں۔ ایک دفعہ مَیں جب کلاس میں حاضر ہوا تو حضرت مولوی صاحب موسم سرما کی وجہ سے باہر دھوپ میں پڑھا رہے تھے۔ آپ کرسی پر تشریف فرما تھے اور طلبہ گھاس پر زمین پر بیٹھے تھے مَیں بھی ایک طرف چپکے سے کلاس میں شامل ہوگیا۔ مَیں نے دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب جھٹ کرسی سے زمین پر بیٹھ گئے اور سبق شروع کر دیا اور اصرار کے باوجود آپ کرسی پر نہ بیٹھے۔ دوسرے روز سے پھر دو کرسیاں ہوتی تھیں اور حضرت

مولوی صاحب مجھے اپنے پاس بٹھاتے تھے ۔ میں خوب جانتا تھا کہ حضرت مولوی صاحب محض میرے مبلغ سلسلہ ہونے کی وجہ سے یہ سلوک کر رہے ہیں وہ ایک رنگ میں طلبہ کو یہ سبق بھی دینا چاہتے تھے کہ ہمیں سلسلہ کے خادموں سے کس طرح پیش آنا چاہیئے ورنہ ع من آنم کہ من دانم

حضرت مولوی صاحب کا طریقِ تدریس نہایت عمدہ اور مؤثر ہوتا تھا ۔ بات عام فہم ہوتی تھی اور فوراً ذہن نشین ہو جاتی تھی ۔ جزاہ اللّٰہ عنا احسن الجزاء ۔

استاذ الاساتذہ حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ

ہمارے باقاعدہ تعلیمی دور کے آخری استاد حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ تھے ۔ ان کی شفقت اور رأفت تو ضرب المثل تھی ۔ میں نے الفرقان کے "حضرت حافظ روشن علی نمبر" میں کچھ واقعات ذکر کئے ہیں مگر میرا احساس یہی ہے کہ ان کی محبت اور تعلیم سے لگن کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا ۔ ہماری مبلغین کلاس کے وہ واحد استاد تھے ۔ سارے مضامین وہی پڑھاتے تھے اور ہماری ساری تربیت اور تبلیغی ٹریننگ کے وہی آخری انچارج تھے ۔ ان کا سلوک طلبہ سے صرف استاد کا سلوک نہ ہوتا تھا وہ ایک شفیق باپ کی طرح حسن سلوک کرتے تھے ۔ طلبہ کی جملہ ضروریات کا خیال رکھتے تھے ۔

ان کی عادت تھی کہ صبح کی نماز کے بعد دو اڑھائی میل کی سیر کے لئے ضرور جاتے تھے ۔ میں اپنے عرصہ تعلیم میں بالعموم مسجد مبارک قادیان کی نماز فجر سے فارغ ہو کر ان کے ہمراہ سیر کے لئے جایا کرتا تھا ۔ بظاہر یہ سیر ہوتی تھی مگر درحقیقت یہ بہترین درسگاہ ہوتی تھی ۔ حضرت حافظ صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے واقعات کے علاوہ پرانے بزرگوں کے بھی ایمان افروز واقعات سناتے ۔ ادبی اور تاریخی تحقیقات سے مستفید فرماتے ۔ ہلکے پھلکے انداز میں سینکڑوں باتیں اس سیر میں ہی بیان کر دیتے تھے اسلئے دل نہیں چاہتا تھا کہ اس موقع کو کبھی ضائع ہونے دیا جائے ۔ بعض دفعہ اور بزرگ یا دوسرے طلبہ بھی شریک سیر ہو جاتے تھے ۔ اس موقعہ پر لطائف و ظرائف کا بھی تذکرہ رہتا تھا ۔ حضرت حافظ صاحب اپنے بزرگ اساتذہ کی مہربانیوں کا تذکرہ لطف [illegible] تے تھے اور ہم ان کی نوازشوں سے [illegible] تھے ۔

[illegible] سہانا خواب نظر آتی [illegible] پنے بزرگ اساتذہ کے احسانات [illegible] کی بلندئ درجات کے لئے دعا گو ہیں ۔ ان [illegible] زندہ ہیں اللہ ان کی عمر میں برکت دے اور جو [illegible] ازلی ابدی آقا کے حضور حاضر ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ [illegible] کے درجات اور بلند فرمائے اور ہمیں ان کے جملہ نیک صفات کا بہترین وارث بنائے اللّٰھم اٰمین یا رب [illegible] امین +

مولوی صاحب مجھے اپنے پاس بٹھاتے تھے۔ میں
خوب جانتا تھا کہ حضرت مولوی صاحب محض میرے
مبلغ سلسلہ ہونے کی وجہ سے یہ سلوک کر رہے ہیں
وہ ایک رنگ میں طلبہ کو یہ سبق بھی دینا چاہتے تھے
کہ ہمیں سلسلہ کے خادموں سے کس طرح پیش آنا
چاہیئے ورنہ ع من آنم کہ من دانم
حضرت مولوی صاحب کا طریقِ تدریس
نہایت عمدہ اور مؤثر ہوتا تھا۔ بات عام فہم ہوتی
تھی اور فوراً ذہن نشین ہو جاتی تھی۔ جزاہ اللہ
عنا احسن الجزاء۔

استاذ الاساتذہ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ

ہمارے باقاعدہ تعلیمی دَور کے آخری استاذ
حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ تھے۔
ان کی شفقت اور رأفت تو ضرب المثل تھی۔ میں
نے الفرقان کے "حضرت حافظ روشن علی نمبر" میں
کچھ واقعات ذکر کئے ہیں مگر میرا احساس یہی ہے
کہ ان کی محبت اور تعلیم سے لگن کو لفظوں میں بیان
نہیں کیا جا سکتا۔ ہماری مبلغین کلاس کے وہ واحد استاد
تھے۔ سارے مضامین وہی پڑھاتے تھے اور ہماری ہر کا
تربیت اور تبلیغی ٹریننگ کے وہی آخری انچارج تھے۔
ان کا سلوک طلبہ سے صرف استاد کا سلوک نہ ہوتا تھا
وہ ایک شفیق باپ کی طرح حسنِ سلوک کرتے تھے۔ طلبہ
کی جملہ ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔
ان کی عادت تھی کہ صبح کی نماز کے بعد دو اڑھائی
میل کی سیر کے لئے ضرور جاتے تھے۔ میں اپنے عرصہ تعلیم
میں بالعموم مسجد مبارک قادیان کی نماز فجر سے فارغ
ہو کر ان کے ہمراہ سیر کے لئے جایا کرتا تھا۔ بظاہر یہ
سیر ہوتی تھی مگر درحقیقت یہ بہترین درسگاہ ہوتی تھی۔
حضرت حافظ صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام
اور حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ کے واقعات
کے علاوہ پُرانے بزرگوں کے بھی ایمان افروز
واقعات سناتے۔ ادبی اور تاریخی تحقیقات
سے مستفید فرماتے۔ ہلکے پھلکے انداز میں سینکڑوں
باتیں اس سیر میں ہی بیان کر دیتے تھے اسلئے دل
نہیں چاہتا تھا کہ اس موقع کو کبھی ضائع ہونے دیا
جائے۔ بعض دفعہ اور بزرگ یا دوسرے طلبہ بھی
شریک سیر ہو جاتے تھے۔ اس موقعہ پر لطائف و
ظرائف کا بھی تذکرہ رہتا تھا۔ حضرت حافظ صاحبؓ
اپنے بزرگ اساتذہ کی مہربانیوں کا تذکرہ لطف
[illegible] تے تھے اور ہم ان کی نوازشوں سے
[illegible] تھے۔

[illegible] سہانا خواب نظر آتی
[illegible] پنے بزرگ اساتذہ کے
[illegible] احسانات [illegible] کی بلندیٔ درجات کے
لئے دعا گو ہیں۔ ان [illegible] زندہ ہیں اللہ ان کی عمر میں
برکت دے اور جو ا[illegible] زلی ابدی آقا کے حضور حاضر
ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ [illegible] کے درجات اَور بلند فرمائے
اور ہمیں ان کے جملہ نیک صفات کا بہترین وارث بنائے
اللّٰھم آمین یا رب [illegible] مین +

توبہ نامہ

گزشتہ دنوں ایک احمدی سے جھگڑے کے سلسلہ میں مَیں نے تنگ آکر شیطان کے بہکانے سے مخالفین جماعت احمدیہ سید ضیاء بخاری اور حافظ منظور احمد کے پاس جاکر جماعت احمدیہ گل گشت ملتان سے علیحدگی کا اعلان کر دیا تھا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ شیطانی عمل درحقیقت اس تنازع کی وجہ سے ہوا ورنہ مجھے احمدیت کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں اور مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے سب دعووں میں سچا سمجھتا ہوں۔ مَیں نے جلدبازی سے علیحدگی کا اعلان کر دیا تھا مگر اس سے میرے دل کو قرار نہیں اور نفسِ لوامہ ملامت کرتا ہے کہ تو نے سچائی کو کیوں چھوڑا۔ اب مَیں اس تحریر کے ذریعے اظہار کرتا ہوں کہ مَیں خدا کے فضل سے احمدی ہوں اور احمدیت سے جدا ہونا اپنے لئے جہنم کے مترادف سمجھتا ہوں۔ میرے لئے سب دوست دعا کریں کہ اللہ کریم مجھے احمدیت کی سچائی پر قائم رکھے اور استقامت عطا فرمائے۔ یہ میرا سچا بیان ہے جو دل سے نکلا ہے۔ واللہ علیٰ ما اقول شہید۔

حافظ عبدالکریم ولد محمد رمضان صاحب
آف ڈیرہ غازی خاں حال ملتان۔

۳ جون

(طابع و ناشر ابوالعطاء جالندھری ؛ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقامِ اشاعت دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ)

ماہنامہ "الفرقان" اور احباب کا فرض

● حضرت امام جماعتِ احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا ارشاد :-

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس چالیس ہزار بلکہ ایک لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے" (الفضل ۵ رجنوری ۱۹۵۶ء)

● حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابلِ قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں اور قرآن کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اُس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدنظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ خواہش بڑی گہری اور خدا کی پیدا کردہ آرزو پر مبنی ہے کہ اگر ایسے رسالہ کی اشاعت ایک لاکھ بھی ہو تو پھر بھی دُنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے۔ پس مخیّر اور مستطیع احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خود خریدنا چاہیئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور سچائی کی تڑپ رکھنے والے غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب کے نام بھی جاری کرانا چاہیئے تا اس رسالہ کی غرض و غایت بصورت احسن پوری ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پوری شان کے ساتھ ساری دُنیا کو اپنے نور سے منور کرے۔ (خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۱۱/۷/۵۹)"

(الفضل ۱۰ رجولائی ۱۹۵۹ء)

رسالہ کا سالانہ چندہ چھ روپے ہے!

مینجر الفرقان ربوہ

Monthly AL-FURQAN Rabwah

May 1970 Regd. No. L. 5708

نائیجیریا کے احمدی ایڈیٹر صحافیان ربوہ کے ساتھ

محترم مسٹر ظفراللہ الیاس صاحب نائیجیریا (مغربی افریقہ) کے مشہور احمدی ہفت روزہ انگریزی اخبار (Truth) کے ایڈیٹر ہیں وہ دسمبر ۱۹۶۹ء میں جلسہ سالانہ ربوہ میں شمولیت کے لئے تشریف لائے مجلس صحافیان ربوہ نے ان کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی ۔ مندرجہ بالا فوٹو اسی موقعہ کا ہے ۔

کھڑے ہوئے (دائیں سے بائیں)

نسیم سیفی (ایڈیٹر تحریک جدید)، محمد اسلم شاد (ایڈیٹر خالد)، مسعود احمد خان دہلوی (ایڈیٹر انصاراللہ و نائب ایڈیٹر الفضل) ، شیخ خورشید احمد (نائب ایڈیٹر الفضل) ابوالعطاء جالندھری (ایڈیٹر الفرقان) ، سید محمود احمد ناصر (نمائندہ مصباح) ظفراللہ الیاس (ایڈیٹر ہفت روزہ ٹروتھ نائیجیریا) ، رفیق احمد ثاقب (ایڈیٹر المنار) ملک سیف الرحمن (ایڈیٹر مجلۃ الجامعہ) ، گیانی عباد اللہ (مینجر الفضل) ، مرزا غلام احمد (ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز) .

بیٹھے ہوئے

یوسف (افریقن طالب علم) ، عطاءالمجیب راشد (ایڈیٹر تشحیذ الاذہان) محمود احمد سعید ، سرور محمد بشیر آف امریکہ (مرحوم) .

طابع ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپا